(۲)

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

ادبی دائرہ، اعظم گڑھ

[۲]

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

ادبی دائرہ، اعظم گڑھ

- نام کتاب : کتابیں۔۲
- مصنف : ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
- صفحات : ۲۴۰
- طبع اول : اپریل ۲۰۱۳ء
- ناشر : ادبی دائرہ، اعظم گڑھ
- طباعت : اصیلہ پریس، دہلی
- قیمت : **Rs:250/-**
- رابطہ : 9838573645
- ای میل : azmi408@gmail.com

ملنے کے پتے

- دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، شبلی روڈ، اعظم گڑھ، یوپی، ۲۷۶۰۰۱
- ایجوکیشنل بک ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ، ۲۰۲۰۰۲
- بک بائنڈنگ ہاؤس تکیہ شہر، اعظم گڑھ، ۲۷۶۰۰۱
- مکتبہ ضیاء الکتب، مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور، ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی

○○○

فدائے ملک وملت

مولانا مستقیم احسن اعظمی

(صدر جمعیۃ علمائے ہند، مہاراشٹر)

کے نام

ترتیب

ooo

تقدیم

کتابوں کے تعارف وتبصرہ کی روایت عربی زبان میں بہت قدیم ہے۔ بلاشبہ ابن ندیم کی الفہرست اور خلیفہ چلپی کی کشف الظنون آج بھی محققین کا ایک مستند ماخذ خیال کی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں اس موضوع پر بڑی تقطیع کی چار ضخیم جلدوں پر مشتمل معجم المطبوعات اس لحاظ سے بیحد اہم اور قیمتی کتاب ہے کہ اس میں مختلف علوم وفنون کی بلا مبالغہ ہزاروں کتابوں کے مختصر تعارف کے ساتھ اُن کی موضوعی اہمیت اور صاحب کتاب کا شخصی جغرافیہ چند ہی سطروں میں سامنے آ جاتا ہے۔ یہ کتاب عاجز کے نزدیک تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے بے حد مفید ہے۔ دارالمصنّفین کے دوران رفاقت عاجز راقم سطور نے اس قیمتی ماخذ سے بکثرت استفادہ کیا ہے۔

اردو میں ریویو نگاری کو صحیح معنوں میں فروغ بیسویں صدی میں حاصل ہوا، جب علمی و ادبی مجلّات و جرائد کے مدیر اور اُن کے اہل نظر تبصرہ نگاروں نے نئی مطبوعات پر نقد وتبصرہ کو ایک مستقل فنی روایت کی شکل عطا کی۔ لاریب اس باب میں رسالہ ''معارف'' اعظم گڑھ کو یہ امتیاز خاص حاصل ہے کہ اُس نے تنقیص وتعریض سے ماورا رہ کر خالص علمی اسلوب اور متوازن انداز میں زیر تبصرہ کتاب کے بارے میں اظہار خیال کی داغ بیل ڈالی اور پھر ملک کے دوسرے ادبی رسائل نے اس کو اپنا رول ماڈل بنایا۔ معارف نے اپنے وقت تاسیس سے ہی (علامہ شبلیؒ کے مجوزہ خاکہ کے مطابق) مطبوعات جدیدہ کے نام سے ایک مستقل باب قائم کیا، جس کے تحت اردو، عربی، فارسی اور انگریزی کی نئی کتابوں پر تعارف وتبصرہ کا سلسلہ بلاتخلّف گذشتہ تقریباً ایک صدی

سے تاہنوز قائم ہے۔

لاریب تاثراتی تبصرہ نگاری ایک آسان ترین عمل ہے، لیکن کسی تحریر و تصنیف کا فکری و فنی تجزیہ کر کے اُس کے محاسن و معائب کی دوٹوک اور جرات اندیشانہ نشاندہی کرنا بلاشبہ ایک عرق ریز اور تعب انگیز عمل ہے اور یہ کام وہی مبصر کر سکتا ہے جس کا مطالعہ وسیع اور موضوع زیر تبصرہ پر نظر عمیق ہو۔ اس حقیقت کو ہمیشہ ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے کہ تجزیاتی تبصرہ نگاری کے سرے فن جرح و تعدیل سے جڑے ہوئے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ رسالہ معارف میں حضرت سیّد صاحب، شاہ معین الدین احمد ندوی اور مولانا مجیب اللہ ندویؒ کے تبصرے اپنی جامعیت و توازن، فنی وسعت نظر اور تجزیاتی نقد و تبصرہ کے بہترین نمونے ہیں۔

بیسویں صدی کے اواسط میں دو مبصرین نے تجزیاتی نقد و تبصرہ کے میدان میں بڑی غیر معمولی شہرت و مقبولیت حاصل کی، یعنی ماہر القادری اور عامر عثمانی۔ اول الذکر عاجز راقم سطور کے ایک نادیدہ ادبی مربی تھے، جن کی زیارت کی حسرت ہی دل میں رہ گئی۔ گزشتہ صدی کی چھٹی دہائی میں اُنھوں نے اس بے مایہ مبتدی کے قلم کو سدھارنے اور صیقل کرنے میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ عاجز رہتی زندگی اُس کو فراموش نہیں کر سکتا۔ ماہر صاحب ایک نہایت قادرالکلام شاعر اور بلند پایہ نقاد تھے۔ اُن کے اسلوب نگارش میں بلا کی شگفتگی اور رعنائی ملتی ہے۔ مرحوم اپنے رسالہ فاران کراچی میں نئی کتابوں پر ہر طرح کی ذہنی، ذاتی اور مسلکی وابستگی و تحفظات کو بالائے طاق رکھ کر نہایت مبسوط نقد و جرح لکھا کرتے تھے۔ جدید اصطلاح میں اُن کے تبصروں کو ''پوسٹ مارٹم'' کا نام دیا جا سکتا ہے، مگر بایں ہمہ اُس زمانہ کا ہر ادیب و شاعر (کہنہ مشق ہو یا مبتدی) اپنی کاوش فکر کو ماہر مرحوم کے نشتر قلم کی بے رحم جراحتوں کے لیے پیش کرنے پر فخر محسوس کرتا اور نہایت شدت کے ساتھ اپنی باری کا منتظر رہا کرتا تھا۔

ماہر القادری مرحوم کے نقد و تبصرہ کی بنیادی خصوصیات تجزیہ نگاری، غیر جانبداری، جرات اندیشہ اور بے لاگ پن تھیں۔ وہ ضخیم سے ضخیم کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کے بعد اُس پر

تبصرہ کے لیے قلم اٹھاتے اور پہلے اس کے محاسن ومحامد کی نہایت فراخ دلی کے ساتھ تحسین کرتے اور پھر کتاب سے اقتباسات نقل کرکے موضوع اور زبان و بیان پر گرفت کیا کرتے تھے۔صحت زبان کے معاملہ میں خاص طور پر وہ نہایت سخت گیر واقع ہوئے تھے۔مرحوم کو بلاشبہ الفاظ و تراکیب اور مفردات لسانی کے صحیح و برمحل استعمال پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی اور وہ ہر ادیب کی نگارشات میں یہی وصف دیکھنے کے متمنی رہا کرتے تھے۔

یہاں یہ بات یقیناً لائق ذکر ہے کہ اردو کی پوری ادبی تاریخ میں صرف اور صرف ایک شبلی کی شخصیت ایسی تھی جس کی تصانیف کو ماہر مرحوم نے ہر حیثیت سے تحیہ عقیدت وستائش پیش کیا ہے چنانچہ مرحوم نے شعرالعجم پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شبلی کی ہمہ موضوع تصانیف ادب ومعانی کا گلدستہ ہیں۔ان کے مطالعہ سے روح کو کیف، وجدان کو غذا اور نگاہ و دل کو مسرت بخش آسودگی فراہم ہوتی ہے۔اگر کسی کو یہ سیکھنا ہو کہ لفظوں کو صحیح طور پر کیسے برتا جاتا ہے اور زبان کی سلاست و روانی تحریر کو کس طرح دلنشیں بناتی ہے تو وہ شبلی کی تحریروں کا بار بار مطالعہ کرے۔

اسی طرح عامر عثمانی مرحوم کے تبصرے بھی تجزیاتی نقد کا بہترین نمونہ ہوا کرتے تھے۔اُن کا ماہنامہ ''تجلّی'' دیوبند خاص طور پر اپنے پُر مغز اداریوں اور نئی مطبوعات پر سیر حاصل تبصروں کے لیے اُس زمانہ میں بڑا مشہور ومقبول رسالہ شمار ہوتا تھا۔مرحوم عامر صاحب خانوادۂ عثمانی کے نہایت ذہین وطباع چشم و چراغ تھے۔اُن کو نثر وشعر دونوں پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ ماہر القادری کی طرح ان کے تبصروں میں بھی نہایت دوٹوک انداز اور بے لاگ اسلوب میں زیر تبصرہ کتاب کے محاسن ومعائب کی نشاندہی ہوا کرتی تھی۔نقد وتبصرہ میں اُن کی ذہانت وصلاحیت علمی اُس وقت خاص طور پر چمک اٹھتی تھی، جب وہ کسی دینی بالخصوص فقہی کتاب پر تبصرہ کے لیے قلم اٹھاتے تھے۔ چنانچہ عامر عثمانی کے ایک شعری مجموعہ پر پس از مرگ مقدمہ لکھتے ہوئے مولانا ماہر القادری نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ ''ممکن ہے زبان و بیان کے نوک پلک سے میری واقفیت اُن سے زیادہ ہو مگر علمی وفقہی معلومات میں وہ مجھ سے کہیں زیادہ صاحب فضیلت تھے۔''

پیش نظر کتاب کے مؤلف عزیز گرامی ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی کی شخصیت اپنی پیہم و متواصل ادبی خدمات کے باعث وہ مسک خالص بن چکی ہے جس کی عطر بیزی کسی تشہیر وتعارف کی محتاج نہیں رہ گئی ہے۔ موصوف کی ایک زیر طبع یادگار تالیف آثار شبلی کے بارے میں (جس کے مشمولات پر اس بے مایہ کو ایک نظر ڈالنے کا موقع ملا ہے۔) راقم سطور پورے وثوق کے ساتھ عرض گزار ہے کہ اُس کے منصۂ شہود پر آتے ہی ادبی دنیا اس غلغلہ سے معمور ہو جائے گی کہ

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

لاریب یہ ضخیم کتاب ڈاکٹر اعظمی کو ''ماہر شبلیات'' کی سند افتخار عطا کرے گی۔ اسی باعث اُستاذی المرحوم مولانا مجیب اللہ ندویؒ موصوف عزیز کو ہمیشہ ''قدرت الٰہی کی ایک روشن نشانی'' قرار دیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی نے ماہنامہ ''الرشاد'' میں تقریباً تیرہ سال تک جدید مطبوعات پر تبصرہ نگاری کی اعزازی خدمت انجام دی ہے۔ اس طویل عرصہ کے دوران موصوف نے متنوع موضوعات کی بے شمار کتابوں کو ذوق شناسان ادب سے متعارف و روشناس کرایا ہے جس کا ایک مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔ پیش نظر کتاب ان ہی تبصروں کا دوسرا مجموعہ ہے۔ یہ محض سرسری یا سطحی انداز کے تبصرے نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں مبصر نے زیر تبصرہ کتاب کے مطالعہ کا پورا حق ادا کر کے اس کے محاسن وفروگزاشتوں کو نہایت خوبصورت علمی انداز میں نمایاں کیا ہے۔ عاجز راقم سطور کے نزدیک الیاس صاحب کے نقد وتبصرہ کے بنیادی امتیازات اُن کی جامعیت، توازن واعتدال، دوٹوک انداز، جچی تلی رائے، تنقیص وتعریض سے گریز اور بے لاگ معروضی طرز تحریر ہے۔

پیش نظر کتاب کے مطالعہ سے خود مبصر کے تنقیدی وادبی رجحانات کی تعیین میں بھی بڑی مدد ملتی ہے۔ امید قوی ہے کہ لائق مطالعہ کتابوں کے جویا اور شائقین ادب کے لیے یہ کتاب نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگی۔

(ڈاکٹر) محمد نعیم صدیقی ندوی

یکم جون ۲۰۱۲ء

دیباچہ

کتابیں[۱] بے حد مقبول ہوئی۔ اہل علم اور ارباب نظر نے اس سلسلہ کو بے حد مفید اور کارآمد قرار دیا۔ اس سے حوصلہ پاکر کتابیں[۲] اہل علم کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ اس میں ۲۵ موضوعات پر ۱۲۷ر کتابوں کا تعارف وتجزیہ شامل ہے۔ دونوں جلدوں میں اب تک کل ۲۷۷ر کتابوں کا ذکر آچکا ہے۔

کتابیں[۲] میں جناب ہارون اعظمی صاحب ڈائرکٹر مولانا عبدالسلام ندوی فاؤنڈیشن ممبئی کی خواہش پر مولانا عبدالسلام ندوی کی تمام مطبوعہ تصنیفات کا تعارف وتجزیہ شامل کیا گیا ہے، مولانا عبدالسلام ندوی اردو کے ممتاز مصنف اور نامور ادیب وانشاء پرداز تھے۔ انہوں نے متعدد موضوعات پر تقریباً دو درجن کتابیں لکھیں۔ ان کی بیشتر تصنیفات بلند پایہ اور اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ ان کی شمولیت سے کتابیں[۲] کی اہمیت میں یقیناً اضافہ ہوا ہے۔ اس نیک اور مفید مشورے کے لئے ہم جناب محمد ہارون اعظمی کے ممنون وشکر گزار ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ انہوں نے عبدالسلام شناسی کا سلسلہ جس خلوص اور لگن سے شروع کیا ہے وہ کامیابی سے ہم کنار ہو۔

کتابیں[۲] کا بیش تر حصہ ماہنامہ الرشاد اعظم گڑھ میں شائع شدہ تبصروں ہی پر مشتمل ہے تاہم چند دیگر کتب کا تعارف جو کسی اور موقع ومناسبت سے لکھا گیا تھا، انہیں بھی اس میں جگہ دی گئی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ کتابوں کا ذکر آجائے:

ز بہر روشنی دل مرا ندیم کتاب

مذکورہ اضافوں کے سبب اس میں مختصر تبصروں کے ساتھ چند مفصل جائزے بھی شامل ہوگئے ہیں۔

کتابیں[۱] کی طرح اس میں بھی محض چند ہی نئے تبصرے شامل ہیں۔انشاء اللہ اب وہ کتابیں[۳] میں شامل ہوں گے۔جن احباب نے اپنی کتابوں کا ذکر کتابیں[۲] میں کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی راقم ان سے معذرت خواہ ہے۔اب انہیں کتابیں[۳] کا انتظار کرنا ہوگا۔امید ہے کتابیں[۳] کی اشاعت کے بعد کتابیں[۴] بالکل نئی کتابوں اور نئے تبصروں کا مجموعہ ہوگی۔

میں ان تمام احباب، معاصرین اور بزرگوں کا دل سے ممنون ہوں جنہوں نے اس سلسلہ کو پسند کیا اور مفید و کارآمد بتاتے ہوئے جاری رکھنے کا مشورہ دیا ہے۔خاص طور پر گرامی قدر محترم ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی مدظلہ کا بے حد ممنون و احسان مند ہوں کہ ان کی پسندیدگی اور حوصلہ افزائیوں سے اس مفید سلسلہ کو شروع کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔اللہ تعالیٰ انہیں صحت وتندرستی کی دولت سے سرفراز کرے۔

ڈاکٹر صاحب دارالمصنّفین کے سابق رفیق اور ممتاز ادیب وانشاپرداز ہیں۔ان کے قلم سے متعدد علمی و دینی کتابیں نکل کر اہل علم میں مقبول و متداول ہوچکی ہیں۔ وہ ماہنامہ معارف، برہان، فاران، الفرقان اور الرشاد کے ممتاز مقالہ نگار رہے ہیں۔گذشتہ چالیس سال سے کاغذ وقلم سے ان کا رشتہ استوار ہے۔ان کی عظمت و بلند پایگی دراصل ان کی علم دوستی، معارف پروری پاکیزہ اور مثالی شخصیت میں مضمر ہے۔ وہ اہل علم بھی ہیں اور اہل دل بھی۔ معارف پروری ان کی گھٹی میں پڑی ہے۔ان کی بدولت بہت سے لوگوں نے نشو ونما پائی۔ مجھے خود اعتراف ہے کہ میرے علمی کاموں میں وزن و وقار ان کی بدولت پیدا ہوا۔اور انھیں کی حوصلہ افزائی پر یہ کتاب شائع ہورہی ہے۔اللہ تعالیٰ صحت وتندرستی کے ساتھ ان کے شفیق سایہ کو دراز فرمائے۔آمین

محمد الیاس الاعظمی

ادبی دائرہ اعظم گڑھ — ۲۵/مارچ ۲۰۱۳ء

فہرست موضوعات

ooo

فہرست کتب

۱۔ادبیات۔۲۱

۹۔تذکرے/خاکے۔۶۸

۱۰۔تصوف۔۸۸

۱۵۔سوانح ۔ ۱۲۳

١٦۔شعری مجموعے ۔ ١٤٣

١٧۔طب و صحت ۔ ١٥٥

١٨۔عمرانیات ۔ ١٦١

١٩۔فقه ۔ ١٦٤

۲۲۔لغت ۔ ۱۹۳

۲۳۔مساجد ۔ ۱۹۷

۲۴۔مطالعہ کتب ۔۲۰۷

۲۵۔مکاتیب۔۲۱۳

اشاریہ۔۲۱۹

○○○

ادبیات

[۱]

تمل ناڈو میں اردو رباعی

جناب علیم صبا نویدی صاحب

صفحات ۱۴۰۔ قیمت چار سو روپے۔ سنہ اشاعت فروری ۲۰۰۳ء

ملنے کا پتہ: تمل ناڈو اردو پبلی کیشنز: ۲۶/۱ امیر النساء بیگم گلی۔ چنائی ۶۰۰۰۰۲

جناب علیم صبا نویدی صاحب جیسے لوگوں ہی سے کسی زبان کو بقائے دوام کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ وہ اردو کے ایک بڑے خدمت گزار اور ادیب و شاعر اور نقاد ہیں۔ اردو زبان کی بقا و ترقی کے لیے ان کی انتھک کوششوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نظم و نثر میں اب تک وہ دو درجن سے زیادہ کتابیں سپرد قلم کر چکے ہیں۔ خاص طور سے تمل ناڈو کی اردو ادب کی تاریخ پر انہوں نے اتنا کام کیا ہے کہ یہ کام تنہا ایک شخص کے بس کا نہیں۔ اس طرح کا کام ادارے اور انجمنیں کیا کرتی ہیں۔ اہل علم نے نویدی صاحب کی خدمات کا اعتراف اس طرح کیا کہ خود ان پر کئی مقالے لکھے گئے۔ زیر نظر کتاب نویدی صاحب کی تازہ تالیف ہے۔ اس میں تمل ناڈو کے ۶۸ شعراء کی رباعیوں کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ شروع میں مؤلف کے قلم سے ایک گرانقدر مقدمہ ہے، جس میں رباعی کی تعریف اور اس کی ابتدا و ارتقا پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب میں جن شعرا کی رباعیاں درج ہیں شروع میں ان کی ایک فہرست ہے جس میں ان کے نام، تخلص، سنہ و جائے پیدائش و وفات کی تفصیل بھی درج ہے۔

نویدی صاحب کی یہ کاوش بلاشبہ تمل ناڈو کی ادبی تاریخ میں ایک اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ تاریخ ادب اردو تمل ناڈو سے دلچسپی رکھنے والے اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

---

[۲]

شعرالہند

مولانا عبدالسلام ندوی

جلداول: سنہ اشاعت ۲۰۰۹ء، صفحات ۴۳۴، قیمت ۲۰۰؍روپے

جلددوم: سنہ اشاعت ۱۹۸۷ء، صفحات ۴۶۰

ناشردارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

شعرالہند مولانا عبدالسلام ندوی کی شاہکاراوردارالمصنّفین کی مایہ افتخار کتاب ہے۔ یہ دو حصوں پرمشتمل ہے۔ پہلے حصے میں اردو شاعری کی ابتداء سے دورِجدید کے شعراء فانی، حسرت، اصغر، شاد، عزیز، اکبر، جوش اوراقبال وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد اردو شاعری کو مختلف ادوار میں تقسیم کرکے ہر دور کی شاعری اور شعراء کے الگ الگ حالات، ان کی شاعری کا پس منظر، خصوصیات، عہد بہ عہد کے تغیرات اوراس کے اسباب وغیرہ کا تنقیدی جائزلیا گیا ہے۔ مقدمہ میں شعراءاردو کے قدیم تذکروں کامختصر تجزیہ بھی ہے۔

دوسرے حصے میں اصناف شاعری غزل، ریختی، واسوخت، قصیدہ، مرثیہ، مثنوی اور مذہبی وصوفیانہ اوراخلاقی وفلسفیانہ شاعری پرادبی وتاریخی حیثیت سے تبصرہ کیا گیا ہے جس سے اس کی سرگذشت سامنے آجاتی ہے۔ آخر میں شعر کے اجزاء وعناصر وغیرہ بیان کئے گئے ہیں اور اردو شاعری میں ہندوستانی تہذیب کے اثرات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس حصے کے شروع میں اردو تنقید کی مختصر تاریخ بھی قلم بند کی گئی ہے۔

ان دونوں حصوں سے اردوشاعری کی گویامکمل تاریخ سامنے آجاتی ہےاوریہی وجہ ہے کہ

یہ دارالمصنّفین اور مولانا عبدالسلام ندوی کی معرکہ آرا کتاب قرار دی جاتی ہے۔اسے بڑا حسن قبول نصیب ہوا۔حقیقت ہے کہ یہ آج بھی اپنے موضوع پر ایک انتہائی اہم کتاب ہے۔

شعرالہند پر مولوی عبدالحق،کلیم الدین احمد،نیاز فتح پوری اور نصیرالدین ہاشمی وغیرہ نے متعدد اعتراضات کئے ہیں،جن میں بعض درست ہیں اور بعض غلط،لیکن ان اعتراضات سے شعرالہند کی افادیت متاثر نہیں ہوتی۔اس طرح کے تمام اعتراضات کا پروفیسر کبیر احمد جائسی نے تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔(مولانا عبدالسلام ندوی کی یاد میں ص۷۲-92)

---

[۳]

عربی زبان وادب کے ارتقا میں سید سلیمان ندوی کی خدمات

ڈاکٹر سطوت ریحانہ

صفحات:۲۲۳۔قیمت:۱۰۰/روپے۔سنہ اشاعت:۲۰۰۳ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ تحقیق وتصنیف اسلامی،پان والی کوٹھی،دودھ پور علی گڈھ۲۰۲۰۰۱

علوم اسلامیہ کی جوئے شیر کے فرہاد علامہ سید سلیمان ندوی کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔انہوں نے نہ صرف علم وادب،تاریخ وتذکرہ،سیرت وسوانح اور شعروادب کے میدان میں کارہائے نمایاں انجام دئے بلکہ عربی زبان وادب کی بھی قابل قدر خدمات انجام دیں۔زیر نظر کتاب میں اسی کی تفصیل تلاش وتفحص،تحقیق وتدقیق اور دیدہ ریزی کے ساتھ سلیقے سے پیش کی گئی ہے۔عربی زبان میں لکھی گئی سید صاحب کی کتابیں،مضامین ومقالات،شذرات،مقدمے

اور مکاتیب کا مختلف ابواب میں تعارف وتذکرہ ہے اوران کی قدر و قیمت بھی بیان کی گئی ہے۔ پہلے باب میں ان کے مختصر حالات وسوانح ہیں، نیز عربی زبان وادب سے ان کی دلچسپی کا تذکرہ بھی ہے۔آخری باب میں ان کی عربی شاعری کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔آخر میں بطور ضمیمہ ان کی منتخب عربی تحریریں بھی دے دی گئی ہیں جو قند مکرر کے طور پر یقیناً لطف ولذت کے ساتھ پڑھی جائیں گی۔

اس کتاب کی لائق مصنفہ ڈاکٹر سطوت ریحانہ کا مطالعہ وسیع اوران کی نظر گہری ہے۔ تحقیق وتدقیق سے انہیں مناسبت اور دلچسپی ہے۔ان کا قلم بھی پختہ اور منجھا ہوا ہے۔کئی اہم کتابیں مثلاً قاسم امین کی سماجی خدمات، مصر میں تحریک آزادی نسواں اور جدید ادب پر اس کے اثرات اور قرآنی خواتین وغیرہ ان کے قلم سے نکل کر اہل علم سے داد تحقیق حاصل کر چکی ہیں۔تحقیق وتنقید سے دلچسپی رکھنے والی طبقہ خواتین میں ان کا نام اور کام منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ان کی یہ تازہ کاوش قابل قدر اور لائق تحسین ہے۔علامہ سید سلیمان ندویؒ سے تعلق رکھنے والوں کے لیے یہ کتاب مفید اور پر از معلومات ہے۔خوب صورت زیور طباعت سے آراستہ اس کتاب کا مطالعہ افادیت سے خالی نہیں۔

---

[۴]

کشمیر کے فارسی ادب کی تاریخ

جناب م م مسعودی

طبع اول ۱۹۹۳ء۔صفحات ۲۳۱۔قیمت ۲۵۰ روپے

ملنے کا پتہ: عنان پبلشرز نسیم باغ سری نگر کشمیر ۲

فارسی زبان کی شیرینی وشگفتگی اور حسن ودلکشی نے ہندوستان کو بھی فتح ومسخر کیا۔اپنے مولد

ومنشا ایران سے دوری کے باوجود اس زبان کو سرزمین ہند سے غیریت اور اجنبیت کا شکوہ نہیں رہا۔ ہندوستان کے ادباو شعرا، صوفیا، اہل علم وقلم اور حکمرانوں کی ترجمان بن کر عوام پر برسوں حکمرانی کرتی رہی۔ فارسی شعروادب کے غلغلہ سے ہندوستان مثل ایران بن گیا تھا خصوصاً کشمیر اپنے دلفریب حسن کے ساتھ فارسی پر یوں فریفتہ ہوا کہ اس کو ایران صغیر ہی کہا جائے گا۔ زیرنظر کتاب میں اس کے ایک پہلو یعنی عہد افاغنہ کے فارسی ادب کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ چنانچہ اس دور کے کشمیری ادباو شعرا کے معلوم حالات اور ان کے علمی وادبی کارناموں خصوصاً ان کی شعری ونثری خدمات کو نہایت محنت اور تلاش وتحقیق سے قلم بند کیا گیا ہے جس سے افغان دور کے فارسی ادب کی تاریخ کا ایک جامع مرقع سامنے آجاتا ہے۔

مصنف کی زبان شستہ وشگفتہ اور علمی ہے۔ کتابت وطباعت بھی معیاری ہے۔ البتہ کتابت کی بعض غلطیاں راہ پا گئی ہیں۔ پی ایچ، ڈی کے لیے لکھا گیا یہ مقالہ عمدہ تحقیق وترتیب کا نمونہ ہے۔ اس کے لیے فاضل مقالہ نگار لائق ستائش ہیں۔ فارسی ادبیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ ایک عمدہ تحفہ ہے۔ امید ہے اسے حسن قبول نصیب ہوگا۔

---

[۵]

گلہائے رنگ رنگ

جناب ارشد علی انصاری اعظمی

تقطیع متوسط، صفحات ۷۷، کتابت وطباعت بہتر، قیمت: ۵۰ روپے

سنہ اشاعت ۲۰۰۰ء، تقسیم کار: گہوارۂ ادب ۱۰/۷ کائستھ ٹولہ محمد آباد ضلع مئو

جناب ارشد علی انصاری، مولوی عبدالباری (ابوعلی اثری مرحوم) کے صاحبزادے ہیں۔

اپنے والد ہی کی طرح انہیں بھی علم وادب سے لگاؤ ہے۔اس کتاب میں ان کے کئی ادبی وتاثراتی مختصر مضامین اورخاکے ہیں۔عبدالحیٔ انصاری،مولانا اقبال احمد خاں سہیل،خواجہ حسن نظامی،حکیم عبدالباقی نامی،یحییٰ اعظمی اورخودان کے والدابوعلی اثری جیسی ہستیوں پرمختصر مضامین اور دوسرے مضامین بھی پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔اس مجموعہ کا نام بجا طور پر گلہائے رنگ رنگ رکھا گیا ہے۔کتابت کی بعض غلطیاں رہ گئی ہیں۔جناب ارشدعلی انصاری کی تحریری صلاحیت سے توقع ہے کہ وہ اپنے والدمرحوم اوراردو کے ایک بڑے خدمت گذار مرحوم ابوعلی اثری کی سوانح حیات مرتب کرنے کے اہل ہیں۔خدا کرے وہ اس ادبی قرض کوجلد پورا کردیں۔

---

[٦]

مقالات عبدالسلام

مولانا عبدالسلام ندوی

سنہ اشاعت ۱۹۶۸ء،صفحات ۴۴۴، قیمت: ۵۰/روپۓ

ناشر دارالمصنّفین،شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

یہ مولانا عبدالسلام ندوی کے ادبی مقالات کا مجموعہ ہے۔جس میں شعروادب سے متعلق ان کے بیشتر مضامین آ گئے ہیں۔ان سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا شعر و ادب کے تقریباً تمام موضوعات پر دسترس رکھتے تھے۔مختلف شعراء کے دواوین پرانہوں نے جونقد وتبصرہ کیا ہے اس سے خودان کے ادبی وتنقیدی شعوراور عالمانہ نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔اسی طرح انہوں نے اردو شاعری میں انقلاب کے جواسباب بیان کئے ہیں اور دلی ولکھنو کی شاعری کے ایک دوسرے پر

اثرات کی جونشاندہی کی ہے وہ ان کے وسیع وعمیق مطالعہ ومشاہدہ کا نتیجہ ہیں۔اردو شاعری اورفن تنقیدان کا اہم مضمون بھی اسی مجموعہ مقالات میں شامل ہے، جو اپنی افادیت اور قدر و قیمت کے لحاظ سے خود ایک تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس مجموعہ مقالات کے مشمولات میں بڑا تنوع اور بڑی گہرائی وگیرائی ہے۔ان سے جو بات واضح ہوکر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ مولانا کی نظر صرف ادبی تاریخ پر ہی گہری نہ تھی بلکہ معاصر ادباء وشعراء پر ان کے نقد وتبصرے سے ان کی اہمیت اور واضح ہوکر سامنے آتی ہے۔

اس میں کتابت کی غلطیوں کے علاوہ ترتیب وتدوین کی بھی بعض کمیاں پائی جاتی ہیں۔بحیثیت مجموعی یہ ایک عمدہ ادبی مجموعہ ہے۔

---

[۷]

تاریخ اخلاق اسلامی

(حصہ اول)

مولانا عبدالسلام ندویؒ

صفحات ۴۷۲، سنہ اشاعت: ۱۹۳۹ء، ملنے کا پتہ: دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۷۶۰۰۱

مولانا عبدالسلام ندوی کو اپنے استاذ علامہ شبلی کی طرح سیاسی تاریخ کے بالمقابل تہذیبی و تمدنی تاریخ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ چنانچہ ان کی تصنیفات اور مضامین کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہوں نے سیاسی تاریخ سے مطلق تعرض نہیں کیا لیکن تہذیبی وتمدنی تاریخ پر متعدد کتب ومقالات یادگار چھوڑے ہیں۔

مشہور مورخ ایڈورڈ ہارٹ پول لیکی (۱۸۳۸۔۱۹۰۳ء) کی کتاب تاریخ اخلاق یورپ کو دیکھ کر مولانا عبدالسلام ندوی کے دل میں اسی طرز اور اسی اسلوب پر تاریخ اخلاق اسلامی کی تدوین کا خیال پیدا ہوا۔ یہ کام اس لحاظ سے بڑا اہم تھا کہ اس موضوع پر سوائے لیکی کے اس وقت تک کسی اور زبان میں سرے سے کوئی کام ہی نہیں ہوا تھا۔ اس لحاظ سے تاریخ اخلاق اسلامی مولانا عبدالسلام ندوی کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔

اس میں ابتداءِ نبوت سے پہلے کے عربوں کے اخلاق وعادات کی مرقع آرائی کی گئی ہے پھر اس میں اسلام نے جو تغیر وانقلاب پیدا کیا اس کی نشاندہی کی گئی ہے۔ بعدازاں عہد رسالت میں جس طرح اخلاق وکردار کی تعمیر وتشکیل عمل میں آئی اس کی مفصل تاریخ قلم بند کی گئی ہے۔

اس کی دوسری جلد بھی زیر تصنیف تھی مگر وہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ ان کا ناتمام مسودہ منتشر اوراق کی شکل میں کتب خانہ دارالمصنّفین میں موجود ہے۔ یہ اپنے موضوع پر غالباً اردو زبان میں پہلی تصنیف تھی۔ اگر یہ مکمل ہوگئی ہوتی تو تاریخ اسلام کا ایک نہایت زریں اور روشن باب سامنے

آ گیا ہوتا۔تشنہ تکمیل ہونے کے باوجود یہ کتاب اس لائق ہے کہ دنیا کی دوسری زبانوں میں اس کے ترجمے کئے جائیں تا کہ دنیا کو یہ معلوم ہو سکے کہ اسلام کس طرح کے اخلاق وکردار کے نمونے پیش کر چکا ہے۔

---

[۸]

شرح عقیدۃ الطحاوی

جناب مولانا مختار احمد سعید قاسمی مدنی

صفحات ۱۹۴۔ قیمت ۶۰ روپے۔سنہ اشاعت جنوری ۲۰۰۱ء۔

ملنے کا پتہ: قاسمی ایجوکیشنل ٹرسٹ ۱۱۸۹/۴۰ جعفر آباد، نئی دہلی ۱۱۰۰۵۳

امام طحاوی کی مشہور تصنیف عقیدۃ الطحاوی کی اہمیت اورافادیت سے اہل علم بخوبی واقف ہیں کہ وہ عقائد کے موضوع پر اپنا جواب نہیں رکھتی۔زیر نظر کتاب اسی کے ترجمہ وتشریح پر مشتمل ہے۔ جن کتابوں میں کثرت سے مصطلحات ہوں ان کا ترجمہ آسان نہیں لیکن فاضل شارح وترجمان نے یہ کام بحسن وخوبی انجام دیا ہے جس سے ان کی زبان دانی اور بھر پور صلاحیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

چونکہ یہ کتاب بعض مدارس کے نصاب میں داخل ہے اس لیے اس کی شرح کی ضرورت تھی تا کہ طلبہ اس سے اور آسانی کے ساتھ فائدہ اٹھا سکیں۔اس ضرورت کی تکمیل کے لیے مولانا مدنی لائق مدح وستائش ہیں۔امید ہے طلبہ اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے۔

---

[۹]

فریضہ دعوت دین اور اکابر علمائے امت

جناب محمد جمیل صدیقی صاحب

سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء، صفحات ۶۴، قیمت ۱۸ روپے

تقسیم کار: نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی ۲۰۳۵ گلی قاسم جان، بلی ماران دہلی ۱۱۰۰۰۶

اس رسالہ میں فریضہ دعوت کی اہمیت کی مفصل وضاحت کی گئی ہے اور اس سے غفلت و بے پرواہی کے نقصانات ونتائج سے متنبہ کیا گیا ہے۔ لائق مرتب نے قرآن وحدیث اور بعض اکابر علماء کے اقوال وآرا کی روشنی میں دعوت دین کا طریقہ کار بھی پیش کیا ہے۔ دیباچہ حضرت الاستاذ مولانا مجیب اللہ ندوی کے قلم سے ہے جس میں پوری کتاب کا خلاصہ آ گیا ہے۔ مجموعی طور سے یہ رسالہ مفید اور افادہ عام کے لائق ہے۔

اسوہ صحابہؓ

[۱۰]

اسوۂ صحابہؓ

مولانا عبدالسلام ندوی

جلداول: طبع سوم، سنہ اشاعت ۱۹۹۳ء، صفحات ۳۱۸، قیمت ۴۰ روپۓ

جلددوم: طبع سوم، سنہ اشاعت ۱۹۹۰ء، صفحات ۳۵۴، قیمت ۴۵ روپۓ

ناشر: دارالمصنّفین، شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

علامہ شبلی نعمانی سیرت نبویؐ کے ساتھ سیر الصحابہؓ کی تدوین وتکمیل کی فکر بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ان کے حبیب خاص مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی نے یہ کام کرنا چاہا تو ان کو لکھا کہ:

> ''واللہ میرے دل کی بات چھین لی، صحابہؓ کے حالات سے بڑھ کر کوئی چیز ہمارے لئے نمونہ نہیں بن سکتی، لیکن ہر پہلو کو لیجئے اور ان پہلوؤں کو صاف دکھایئے جن سے آج کل کے مولوی قصداً چشم پوشی کرتے ہیں۔ مفصلہ ذیل کتابیں اس کے لئے ضروری ہیں، استیعاب قاضی عبدالبر، اسد الغابہ، اصابہ، ابن کثیر شامی۔'' (مکاتیب شبلی ج ا ص ۱۱۹)

سیرت نبوی کے مصارف کی طرف سے والیٔ بھوپال نواب سلطان جہاں بیگم نے انہیں پوری طرح مطمئن نہیں کیا تھا تو مولوی محمد امین زبیری مہتمم تاریخ بھوپال کو ایک خط لکھ کر اس طرف ان کی توجہ مبذول کرائی کہ:

> ''سیرت کی رقم بھی مستقل ہو جاتی تو بہت اچھا تھا۔ اسی مد کی تصنیف کا مستقل

سلسلہ قائم رہتا۔کانوں میں بھنک تو ڈال دیجئے۔وسیع سلسلہ ہے مثلاً سیرۃ الصحابہ،سیرۃ ازواج پیغمبر علیہ السلام وغیرہ وغیرہ‘‘(مکاتیب شبلی ج اص ۲۵۵)

یہ واقعہ ہے کہ اسوۂ نبویؐ کے بعد مسلمانوں کے لئے نمونۂ عمل صحابہ کرامؓ کا اسوۂ ہی ہے چنانچہ علامہ شبلی کی وفات کے بعد دارالمصنّفین نے جب با قاعدہ علمی کاموں کا آغاز کیا تو سیرت نبوی کے ساتھ سیر الصحابہ کا بھی آغاز ہوا۔سیرت نبوی کی تمام تر ذمہ داری مولانا سید سلیمان ندوی نے اٹھائی تو سیر الصحابہ کے سلسلہ کو مولانا عبدالسلام ندوی نے اپنے ہاتھوں میں لیا اور تین جلدوں میں اسوۂ صحابہؓ وصحابیات لکھی اور یہ واقعہ ہے کہ سیرت نبوی کے بعد دارالمصنّفین کی مقبول ترین کتاب اسوۂ صحابہؓ ہی ہے۔

اس کے پہلے حصہ میں عقائد،عبادات،معاملات،فضائل اخلاق،حسن معاشرت،حسن معاملت،طرز معاشرت وغیرہ کے متعلق صحابہ کرامؓ کے موثر،سبق آموز اور نہایت قیمتی اور مستند واقعات لکھے گئے ہیں۔اسے دارالمصنّفین نے ۱۹۲۰ء میں پہلی بار شائع کیا۔

دوسرے حصے میں صحابہ کرامؓ کے مذہبی سیاسی،علمی اور عملی کارناموں کی تفصیل ہے۔نیز صحابہ کرامؓ نے کس طرح عادلانہ نظام حکومت قائم کیا اور کس طرح مذہب،اخلاق اور علوم وفنون کی حفاظت واشاعت کا بڑا کارنامہ انجام دیا،اس کی بھی تمام تفصیلات قدیم مستند مآخذ سے انتہائی ہنر مندی کے ساتھ قلم بند کی گئی ہیں جس سے زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ سامنے آجاتا ہے۔یہ کتاب اپنے موضوع پر اردو اور فارسی کیا عربی میں بھی بے مثال ہے،خود فاضل مصنف نے بھی اس کی یکتائی کا ذکر کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

’’کتاب کی ترتیب میں جو کدوکاوش کی گئی ہے،صحت کا جو التزام کیا گیا ہے، فضائل اخلاق کے جو عنوانات قائم کئے گئے ہیں،صحابہ کرامؓ کی زندگی کے ایک ایک خط وخال کو جس طرح نمایاں کیا گیا ہے،اس کے لحظ سے یہ دعویٰ بیجا نہ ہوگا کہ اس موضوع پر آج تک ایسی جامع کتاب اردو،فارسی کیا عربی میں بھی نہیں

لکھی گئی۔''(مقدمہ اسوۂ صحابہؓ ج ۱ ص ۸)

یہ کتاب مذہبی بھی ہے اور تاریخی بھی۔اس سے خاص طور سے عہد صحابہؓ کی اخلاقی، معاشرتی اور تہذیبی وثقافتی تاریخ سامنے آجاتی ہے۔مولانا کی علمی زندگی کا یہ سب سے بڑا اور لاثانی کارنامہ ہے۔

---

[۱۱]

اسوۂ صحابیاتؓ

مولانا عبدالسلام ندوی

طبع جدید ۲۰۰۸ء،صفحات ۲۷،ناشر: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی،اعظم گڑھ

اسوہ صحابہؓ کے بعد مولانا عبدالسلام ندوی نے خواتین کے لئے صحابیات کی زندگی کے علمی وعملی نقوش پیش کئے تا کہ وہ اس کی روشنی میں اپنی زندگیاں سنوار سکیں۔انہوں نے ازواج مطہرات، بنات طیبات اور اکابر صحابیات کی زندگی کے دینی واخلاقی اور معاشرتی حالات نیز ان کے عقائد،عبادات ، معاملات ،فضائل اخلاق ،ایثار، فیاضی وفراخدلی ،حسن معاشرت وغیرہ کے واقعات کونہایت موثر اور سبق آموز اندار میں جمع کر دیا ہے اور ان کی مذہبی ،علمی ،اور اخلاقی خدمات کی تاریخ بھی پیش کر دی ہے،جس سے عہد رسالت کی خواتین کے اخلاق ومعاشرت اور طرز زندگی کا پورا مرقع سامنے آجاتا ہے۔

فنی لحاظ سے یہ کتاب تہذیبی وتمدنی تاریخ کا حصہ ہے۔اردو زبان میں یہ پہلی کتاب تھی جس میں خواتین کی طرز معاشرت اور معاملات زندگی کی مرقع آرائی کی گئی۔مولانا عبدالسلام ندوی نے اس کا سبب تالیف خواتین کی اصلاح وتربیت بتایا ہے۔(مقدمہ اسوہ صحابیات) یقیناً اس سے

یہ فائدہ آج بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب خواتین کے لئے زادِراہ اور تحفۂ ہدایت ہے۔ اس کے اب تک دسیوں ایڈیشن ملک و بیرون ملک سے طبع ہو چکے ہیں۔

---

[۱۲]

ذرا قرنِ اول کو آواز دینا

جناب مولانا علاء الدین ندوی صاحب

صفحات: ۳۸۴۔ قیمت/۱۰۰ روپئے۔ سنہ اشاعت: دسمبر ۲۰۰۰ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ پوسٹ بکس نمبر ۹۳ لکھنؤ۔ (یوپی)

زیرِنظر کتاب میں چند اہم صحابہؓ کی مقدس اور روشن زندگی کی مرقع آرائی کی گئی ہے۔ بلاشبہہ صحابہ کرامؓ کے اسوہ پرعمل پیرا ہوکر فوز وفلاح اور کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے، دراصل یہی اس تصنیف کا مقصد ہے۔ البتہ فاضل مصنف نے اس کتاب میں جو زبان اور اسلوبِ نگارش اختیار کیا ہے ممکن ہے وہ ان کے نزدیک پسندیدہ ہو مگر اب اہل علم کے نزدیک یہ طرز ناپسندیدہ ہے۔ اس سے اصل مقصد تک رسائی نہیں ہوتی اور قاری لفظوں کی شگفتگی کے احساس میں محو ہو کر رہ جاتا ہے اس کے باوجود اس کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں۔

---

[۱۳]

صحابۂ کرام کا دعوتی کردار

جناب متین طارق باغ پتی صاحب

صفحات ۷۶۔ قیمت ۲۰/ روپے، سنہ اشاعت اپریل ۱۹۹۹ء

ملنے کا پتہ: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ڈی۔۳۰۷، دعوت نگر

ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر اوکھلا۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

زیر نظر کتابچہ میں خلفائے راشدین وبعض دوسرے حضرات صحابۂ کرامؓ کے داعیانہ، مصلحانہ اور مجاہدانہ کارناموں کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ حضرات صحابۂ کرام کا اسوہ ہمارے لئے نمونۂ عمل ہے، اس سے ہم اپنی زندگی سنوار سکتے ہیں۔ یہی اس کتابچہ کا بنیادی مقصد تالیف ہے۔

اشاریے

[۱۴]

اشاریہ اسلام اور عصر جدید

مدیر: پروفیسر اختر الواسع

صفحات ۵۶۔ قیمت ۲۰ روپئے۔ سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء

ملنے کا پتہ: ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی ۲۵

اسلام اور عصر جدید ۱۹۶۹ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے سید عابد حسین کی زیرادارت نکلا اور اب تک جاری ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں اسلام اور جدید افکار ونظریات پر مشتمل مضامین ومقالات شائع ہوتے ہیں۔ اس کا ۱۹۶۹ء سے ۱۹۹۹ء تک کا اشاریہ کتابی صورت میں شائع ہوا ہے۔ جسے محمد عرفان، جبین انجم اور ابوذر خیری نے مرتب کیا ہے۔ اسے اگرچہ اشاریہ کا نام دیا گیا ہے اور پروفیسر اختر الواسع نے مقدمہ میں اس کی افادیت کا ذکر کیا ہے، تاہم اسے اشاریہ قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔ اس میں محض اسلام اور عصر جدید کے ہر شمارے کی فہرست ترتیب وار نقل کر دی گئی ہے۔ نہ موضوع کا پتہ چلتا ہے اور نہ مصنفین اور عنوانات کی کوئی ترتیب ہے۔ لطف یہ کہ یہ فہرست بھی تین افراد نے مل کر مرتب کی ہے۔

---

[۱۵]

اشاریہ سہ ماہی تحقیقات اسلامی

(علی گڑھ)

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

سنہ اشاعت ۱۹۹۸ء، صفحات ۶۴، قیمت ۱۰ روپے، ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ

ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ کا ترجمان سہ ماہی تحقیقات اسلامی ۱۹۸۶ء میں جاری ہوا اور اپنے بلند معیار پر مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ رسالہ اپنے مشمولات اور تحقیقی مقالات کے اعتبار سے انفرادیت کا حامل ہے۔ اس نے گذشتہ پچیس سالوں میں علم وتحقیق کا گراں قدر سرمایہ اہل علم و دانش کے لیے مہیا کیا ہے۔ سولہ سال (۱۹۸۶ء-۱۹۹۷ء) پر مشتمل اس کا ایک اشاریہ ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی نے مرتب کیا ہے۔

اس اشاریہ کی ترتیب موضوعاتی ہے۔ اس کی اشاعت پہلے خدابخش لائبریری جرنل پٹنہ، شمارہ ۱۱۱، جنوری۔ مارچ ۱۹۹۸ء میں ہوئی، بعد میں الگ سے کتابچہ کی شکل میں شائع ہوا۔ جلد، شمارہ، ماہ وسال اور صفحات کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔ مشمولات کے نمبر شمار دے کر ''اشاریہ مصنّفین'' بھی آخر میں دیا گیا ہے۔ تبصرہ کتب (اردو، عربی، انگریزی) کی تفصیلات بھی دی گئی ہیں۔ آخر میں ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی ودیگر متفرقات کا اشاریہ ہے۔ یقیناً اہل علم کے لیے یہ ایک مفید اشاریہ ہے۔

---

[۱۶]

اشاریہ ترجمان القرآن

حکیم نعیم الدین زبیری

صفحات ۴۷۰، سنہ اشاعت ۱۹۸۵ء، ملنے کا پتہ دائرہ معارف اسلامی لاہور

ماہنامہ ترجمان القرآن مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ یہی وہ رسالہ ہے جس نے برصغیر میں ایک انقلاب برپا کر دیا، تحریک اسلامی کے ترجمان کی حیثیت سے اس رسالہ نے علوم دینیہ کی تعبیر وتشریح اور افکار فاسدہ کی تردید اور اس کے مضمرات کی نشان دہی کا منفرد کارنامہ انجام دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس رسالہ کے ذریعے جو اثرات مرتب ہوئے سوائے ماہنامہ معارف کے کوئی دوسرا رسالہ اس کی ہم سری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

اس کا مفصل اشاریہ حکیم نعیم الدین زبیری نے مرتب کیا ہے، جو ۱۹۳۶ء سے ۱۹۷۶ء تک کی اشاعتوں پر مشتمل ہے۔ اسے دائرۂ معارف اسلامی لاہور نے ۱۹۸۵ء میں شائع کیا۔

اشاریہ سازی کے لحاظ یہ ایک عمدہ اشاریہ ہے، اس کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے اسے مصنفین کے لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے، پھر موضوعات کے لحاظ سے۔ البتہ عنوانات کے لحاظ سے اندراج نہیں ہے۔ آخر میں موضوعات کی ایک فہرست ہے۔ حالاں کہ اسے شروع میں ہونا چاہیے تھا۔ اس سے استفادہ مزید آسان ہو جاتا۔

---

[۱۷]

اشاریہ جرنل خدا بخش لائبریری

ادارہ

ملنے کا پتہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

یہ علمی و تحقیقی اور حوالہ جاتی رسالہ قاضی عبدالودود کی کوششوں سے ۱۹۷۷ء میں شائع ہونا شروع ہوا۔اس وقت سے اب تک مسلسل شائع ہورہا ہے۔اس نے اردو کی بڑی اہم خدمات انجام دی ہیں۔

اس کے پہلے ایڈیٹر ڈاکٹر عابد رضا بیدار مقرر ہوئے۔اس کے بعد ڈاکٹر حبیب الرحمٰن چغانی اور ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری نے ادارت کے فرائض انجام دئے۔جرنل کے سو شماروں کا ایک اشاریہ جرنل ہی میں (شمارہ ۱۰۲، ۱۹۹۵ء میں) شائع ہوا ہے۔(اصلاً اشاریہ ۹۵ شماروں کا ہے۔باقی ۵ شماروں کی محض فہرست دی گئی ہے۔) اس کی ترتیب بھی موضوعاتی ہے۔پہلے عنوان، پھر مقالہ نگار کا نام، پھر شمارہ نمبر درج کیا گیا ہے۔آخر میں اشاریۂ مصنفین ہے۔

ڈاکٹر عابد رضا بیدار کی کوششوں سے نہ صرف معارف، برہان اور جرنل خدا بخش لائبریری وغیرہ کے اشاریے مرتب ہو کر شائع ہوئے، بلکہ بعض دوسرے علمی و ادبی رسائل کے اشاریے بھی ان کی کوششوں اور تحریک پر مرتب ہوئے اور جرنل میں شائع ہوئے۔اس لیے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اردو اشاریہ نگاری کے ارتقا میں ان کا بڑا حصہ ہے۔تاہم یہ بات بھی غلط نہیں کہ یہ اشاریے رواروی میں تیار ہوئے ہیں اور ان میں اشاریہ سازی کے فنی اصولوں کو پورے طور پر ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔

[۱۸]

اشاریہ عالم اسلام اور عیسائیت

ڈاکٹر سفیر اختر

صفحات ۸۸، سنہ اشاعت ۲۰۰۰ء، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد

انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد کے تحت اس رسالہ کا اجراء جولائی ۱۹۹۰ء میں ہوا۔ یہ دراصل اسلامک فاؤنڈیشن لیسٹر برطانیہ کے جریدہ ''فوکس'' کا ترجمہ تھا اور اسی کے تعاون سے اس کا آغاز ہوا۔ ابتدا میں ماہ نامہ تھا، پھر سہ ماہی ہوا۔ اہم مضامین ومقالات اور خاص طور سے موضوع کی انفرادیت کی وجہ سے بہت جلد اس نے مقبولیت پائی۔ فوکس کی اشاعت موقوف ہوجانے کے بعد بھی یہ جاری رہا۔ اس کے اجرا کا بنیادی مقصد مسیحی برادری کی سرگرمیوں کو معروضی انداز میں پیش کرنا تھا۔ چنانچہ اس میں مطالعہ مسیحیت کے ساتھ مسلم عیسائی تعلقات پر مشتمل مضامین ومقالات بھی شائع ہوتے تھے۔ مغربی دنیا کے بدلتے رجحان کے پیش نظر انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز نے ایک اور رسالہ ''مغرب اور اسلام'' شائع کرنے کا فیصلہ کیا تو موضوع کی یکسانیت کی وجہ سے ''عالم اسلام اور عیسائیت'' کی اشاعت روک دی گئی۔ جنوری ۲۰۰۰ء کا رسالہ اس کا آخری شمارہ تھا جو اس رسالہ کے تمام مشمولات کا اشاریہ ہے۔ اسے ڈاکٹر سفیر اختر نے مرتب کیا ہے۔

اس اشاریہ کی ترتیب یہ ہے کہ اس کے مستقل عنوانات (کالم) کے تحت شائع ہونے والی تحریریں کو شماروں اور ماہ وسال کی ترتیب سے درج کیا گیا ہے، البتہ مقالات اور تبصرۂ کتب کا اشاریہ مقالہ نگاروں اور مصنفین کے لحاظ سے الف بائی ترتیب پر ہے۔ آخر میں مصنّفین اور موضوعات کے لحاظ سے دو فہرستیں دی گئی ہیں۔ زیادہ بہتر یہ ہوتا کہ اس کے تمام مشمولات پہلے

الف بائی ترتیب پر ہوتے، پھر موضوعات اور مصنفین کے لحاظ سے ان کا اندراج کیا جاتا۔ تبصرۂ کتب کا اندراج بھی اسی ترتیب کے مطابق ہونا چاہئے تھا۔

ان معمولی کمیوں کے باوجود عالم اسلام اور عیسائیت کے مشمولات سے واقفیت کا یہی ایک بنیادی ذریعہ ہے۔

---

[۱۹]

اشاریہ فکر ونظر اسلام آباد

(جولائی ۱۹۷۸ء-۱۹۹۳)

شیر نوروز خاں

صفحات ۱۹۹، قیمت ۱۸۰ روپے، سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء

ناشر: ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد

ادارۂ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کا ترجمان مجلّہ فکر ونظر ایک اہم علمی و دینی رسالہ ہے۔ اس کا شمار برصغیر کے اہم اور بلند پایہ رسائل وجرائد میں ہوتا ہے۔ یہ ۱۹۶۳ء میں کراچی سے جاری ہوا۔ کچھ دنوں تک راولپنڈی سے بھی نکلا، پھر اس کا دفتر اسلام آباد منتقل ہوگیا۔ پہلے ماہ نامہ تھا، پھر سہ ماہی ہوا اور اب تک پابندی سے نہایت اہتمام کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر قدرت اللہ فاطمی اس کے پہلے مدیر تھے۔ پروفیسر محمد سرور، ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی نے بھی اس کی ادارت کی۔ اب یہ ذمہ داری ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

فکر ونظر کے مضامین ومقالات سنجیدہ، ٹھوس اور علمی وتحقیقی ہوتے ہیں۔ گذشتہ چالیس برسوں میں اس نے بڑا اہم اور وقیع سرمایہ پیش کیا ہے۔ اس کا ۱۹۶۳ء سے ۱۹۹۳ء تک کا اشاریہ دو

حصوں میں مرتب ہوکر شائع ہو چکا ہے۔ پہلا حصہ جو۱۹۶۳ء سے جون ۱۹۷۸ء کے مشمولات کا اشاریہ ہے۔اسے جناب احمد خاں لائبریرین تحقیقات اسلامی لائبریری اسلام آباد نے مرتب کیا ہے۔ یہ اشاریہ سازی کے لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس میں فن اشاریہ سازی سے پورے طور پر کام لیا گیا ہے۔ اس کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے موضوع کے لحاظ سے الف بائی ترتیب پر مقالات کا اندراج ہے، پھر مصنفین اور عنوانات کے لحاظ سے۔جلد اور شمارہ نمبر کے ساتھ صفحات کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔البتہ ماہ وسال کا اندراج نہیں ہے۔

فکرونظر کا دوسرا اشاریہ جولائی ۱۹۷۸ء سے ۱۹۹۳ء تک کے شماروں کے تفصیلات پر مشتمل ہے۔اسے جناب شیر نوروز خاں نے مرتب کیا ہے۔ یہ دوسرا حصہ پہلے حصہ سے بھی زیادہ بہتر اشاریہ ہے۔ یہ دوحصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں مقالات کا اندراج مصنفین ،عنوانات اور پھر موضوعات کے لحاظ سے ہے۔دوسرے حصہ میں تبصرۂ کتب کا اشاریہ مبصرین، مصنّفین اور عنوانات کے لحاظ سے ہے۔آخر میں وفیات اور متفرقات کا اشاریہ ہے۔ پہلے حصہ میں ماہ و سال کا اندراج نہیں تھا اس میں یہ کمی پوری کر دی گئی ہے۔

---

[۳۰]

مندرجات تہذیب الاخلاق

ڈاکٹر محمد ضیاءالدین انصاری

صفحات:۴۶،سنہ اشاعت:۱۹۸۷ء،

ملنے کا پتہ:مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،علی گڑھ

تہذیب الاخلاق کا اجراء سرسید مرحوم ایک بڑا کا کارنامہ ہے۔اسے انہوں نے ۱۸۷۰ء

میں مسلمانوں کی اصلاح وترقی کے لیے جاری کیا تھا۔ بلاشبہ اس رسالے نے یہ مفید خدمت انجام دی۔ اس کے ساتھ اس نے مسلمانوں کے تہذیبی وتمدنی جلوؤں کو پیش کرنے اور ان پر جو گرد اڑائی جا رہی تھی اسے صاف کرنے کی کوشش کی۔ اردو زبان وادب کی ترقی اور اس کے فروغ واشاعت میں بھی اس کا نمایاں کردار رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کی تاریخ بالخصوص اس کے اثرات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے اور دکھایا جائے کہ سرسید مرحوم کی یہ کوشش کس قدر بارآور ثابت ہوئی۔

اس کا اشاریہ ''مندرجات تہذیب الاخلاق'' کے نام سے ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری نے مرتب کیا ہے۔ جو آغاز سے ۱۸۷۰ء تک کی اشاعتوں پر مشتمل ہے۔ اس کی ترتیب عنوانات اور مصنفین کی الف بائی ترتیب پر ہے۔ جا بہ جا وضاحتی نوٹ بھی فاضل مرتب نے لکھ کر اس سے استفادہ کو مزید آسان بنانے کی کوشش کی ہے۔ البتہ موضوعات کے لحاظ سے بھی اس کے مندرجات کی تفصیل ہونی چاہیے تھی۔ اس سے گو ضخامت بڑھ جاتی لیکن استفادہ مزید آسان ہو جاتا۔

ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری صاحب ممتاز اہل قلم، دانش ور اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ علی گڑھ تحریک پر ان کی گہری نظر ہے۔ اشاریہ سازی میں ان کو مہارت حاصل ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اس میدان کے سرخیل ہیں۔ متعدد شخصیات مثلاً علامہ شبلی نعمانی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا حسرت موہانی، مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر ذاکر حسین اور آل احمد سرور وغیرہ پر ان کے اشاریے شائع ہو چکے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ تہذیب الاخلاق کی اشاعت ثانی کا اشاریہ بھی تیار کر دیتے۔

---

[۲۱]

توضیحی اشاریہ ہفتہ وار سچ

مرتبہ ڈاکٹرعبدالعلیم قدوائی

صفحات ۵۷۸، قیمت ۱۶۰، سنہ اشاعت ۲۰۰۰ء

ملنے کا پتہ: خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ۔۴

۱۹۲۵ء میں مولانا عبدالماجد دریابادی نے ہفتہ وار سچ جاری کیا اور ۱۹۳۳ء میں جب انہوں نے تفسیر قرآن کا منصوبہ بنایا تو اسے پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لیے سچ کو بند کردیا۔ اس قدر مختصر مدت کے باوجود سچ کا شمار اردو کے ان اہم رسائل میں ہوتا ہے جنہوں نے ایک وسیع حلقے کو متاثر کیا۔ ضرورت تھی کہ اس کا اشاریہ تیار کیا جائے۔ چنانچہ مولانا مرحوم کے عزیز جناب عبدالعلیم قدوائی نے یہ کام انجام دیا ہے، جسے خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ نے شائع کیا ہے۔ یہ محض موضوعاتی اشاریہ ہے، اس میں عنوانات اور مصنّفین کے لحاظ سے تفصیلات درج نہیں کی گئی ہیں۔

مولانا دریابادی نے سچ میں متنوع موضوعات پر خود لکھا اور دوسرے اہل قلم کی نگارشات شائع کیں۔ اس کی فہرست موضوعات سے بھی اس کے تنوع کا اندازہ ہوتا ہے۔ فاضل مرتب نے توضیحی نوٹ کے ذریعہ اس کی افادیت میں مزید اضافہ کیا ہے۔

توضیحی اشاریہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے یقیناً مفید ہے، تاہم جدید اشاریہ سازی کے مقابلے میں اس کی افادیت کمتر ضرور ہے۔ اگر توضیحات کے ساتھ عنوانات اور مصنّفین کا بھی اشاریہ ہوتا تو اس کی افادیت دوچند ہوجاتی۔ فاضل مرتب نے موضوعات میں تنوع کے باوجود انتہائی محنت اور عرق ریزی سے یہ اشاریہ مرتب کیا ہے، بالخصوص توضیحات وتشریحات میں انہوں نے جو کاوش کی ہے وہ لائق صد تحسین ہے۔

افسانوی مجموعے

[۲۲]

خواب بھی بکتے ہیں

جناب قاضی مشتاق احمد

صفحات ۱۷۶، قیمت ۱۷۵ روپے، سنہ اشاعت: ۲۰۰۱ء

ملنے کا پتہ: ماڈرن پبلشنگ ہاؤس ۹ گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

یہ کتاب مشہور افسانہ نگار قاضی مشتاق احمد کے ۲۶ر افسانوں کا مجموعہ ہے۔ قاضی صاحب کو افسانہ نگاری کے فن پر بڑی قدرت ومہارت حاصل ہے۔ اس کی باریکیوں پر بھی ان کی نگاہ ہے۔ ان کا ذہن بڑا اخاذ اور فطرت شناس ہے۔ قاضی صاحب کی وسعت مطالعہ ومشاہدہ نے ان کے افسانوں کی افادیت دوچند کردی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں میں ایک منفرد رنگ وآہنگ پیدا ہوگیا ہے۔ جاذبیت، دل کشی اور رعنائی وگل کاری سے وہ زیادہ کام لیتے ہیں اور اس میں فکروفن کے ذریعہ ایک ایسا دلآویز مرقع پیش کرتے ہیں کہ ان کے افسانے وجدان کو متاثر کر جاتے ہیں۔ یہ خوبیاں ان کے معاصرین میں کم پائی جاتی ہیں۔

زیرنظر مجموعہ میں ان کے فکروفن کے تمام نقوش جلوہ گر ہیں اور تاثیر وتاثر کے خوبصورت نمونے ملتے ہیں۔ بدلتی قدروں، نئے افکار اور جدید طرز معاشرت نے معاشرے میں جونشیب وفراز پیدا کیا ہے، اس کی خوبصورت عکاسی بھی ان کے قلم کا خاصہ ہے۔ اس مجموعے کے افسانے خالی برتن، بلندی، ۱۲ر جنوری کی رات، نعم البدل اور خواب بھی بکتے ہیں، خاص طور سے پڑھنے کے لائق ہیں۔

ہندوستان میں آئے دن ہونے والے فسادات کو اب افسانہ نگار خاص طور سے اپنا موضوع بنا رہے ہیں قاضی صاحب نے بھی اسے برتا ہے، اس میں بھی ان کی انفرادیت نمایاں ہے۔ جدید موضوعات اور معاشرے کی تبدیلیاں اور اس کے نشیب وفراز افسانہ نگاروں کی توجہ کے مستحق ہیں۔ ان حالات میں عام قارئین کے ساتھ جدید افسانہ نگاروں کے لیے بھی قاضی صاحب کے افسانے نئی روشنی کا کام دیں گے۔

اقبالیات

[۲۳]

اقبال کامل

مولانا عبدالسلام ندوی

طبع جدید۲۰۰۹ء،صفحات ۳۸۸، قیمت ۱۸۰روپے

ناشر: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

علامہ اقبال کے دارالمصنّفین سے بڑے قریبی روابط تھے۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد دارالمصنّفین کے ارباب حل وعقد نے ان کے سوانح حیات اوران کے شاعرانہ کارناموں کوقلم بند کرنے کا منصوبہ بنایااور یہ کام مولانا عبدالسلام ندوی کوسپرد کیا کہ دارالمصنّفین میں شعروادب کے وہ سب سے بڑے اداشناس تھے۔ چنانچہ مولانا عبدالسلام ندوی نے اقبال کے کلام اوران پر شائع شدہ مضامین ومقالات کا بالاستیعاب مطالہ کیااوراسے مزید جامع ومانع بنانے کے لئے اہل علم خاص طور سے مولانا عبدالماجد دریابادی اور ڈاکٹر سید عبداللہ وغیرہ سے خط وکتابت کی اور تقریباً چار برس کی جاں کاہ محنت کے بعد یہ کتاب سپردقلم کی۔ اس میں علامہ اقبال کے حالات وسوانح، اخلاق وعادات اوران کی تصنیفات اور مجموعہ کلام پر نقد وتبصرہ کیا گیا ہے اوران کے ان علمی کارناموں کا ذکر بھی ہے جسے وہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔ اس کے بعد ان کی شاعرانہ عظمت اور بلند پایگی کی سرگذشت ہے جس کے مختلف ادوار قائم کرکے ہر دور کے کلام کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ اردو کے ساتھ ان کے فارسی کلام پر بھی تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے اور کلام اقبال کے محاسن ونقائص دونوں دکھائے گئے ہیں۔ علامہ اقبال کی شہرت ومقبولیت اوراس کے اسباب اوران کے کلام کے تراجم کا بھی تفصیلی ذکر ہے۔ فلسفہ خودی اوراس کے اجزاء وعناصر بھی بیان کئے گئے ہیں۔ نیز فلسفہ خودی کا بھی ذکر ہے۔ ملت، تعلیم، سیاست، صنف لطیف، فنون لطیفہ اور نظام اخلاق وغیرہ سے متعلق نظریات اقبال کا تنقیدی

تجزیہ بھی پیش کیا گیا ہے۔آخر میں نعتیہ کلام پر نقد وتبصرہ ہے۔اس طرح یہ کتاب علامہ اقبال کی ہمہ گیر شخصیت پر ایک جامع اور مبسوط تصنیف قرار پاتی ہے۔اقبال پر جو چند اہم کتابیں مرجع تسلیم کی جاتی ہیں،ان میں ایک یہ کتاب بھی ہے۔خلیفہ عبدالحکیم نے لکھا ہے کہ:

''اقبال پر درجنوں کتابیں اور ہزاروں مضامین لکھے گئے ہیں اور بے شمار تقریریں اس پر ہو چکی ہیں لیکن یہ سلسلہ نہ ختم ہوا ہے نہ ہوگا۔اقبال پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں محققانہ تصانیف بہت کم ہیں۔میرے نزدیک اقبال پر دو کتابیں نہایت بلیغ اور نہایت جامع ہیں۔ڈاکٹر یوسف حسین خان کی ''روح اقبال''اور مولانا عبدالسلام ندوی کی ''اقبال کامل''ان دونوں کتابوں کو ملا کر پڑھیں تو اقبال کے کلام اور ان کی تعلیم کا کوئی پہلو ایسا نہیں دکھائی دیتا جو محتاج تشریح اور تشنہ تنقید باقی رہ گیا ہو۔''

اقبالیات کے موضوع پر یہ ایک اہم کتاب ہے۔

---

[۲۴]

The Cmplaint and The Answer

(شکوہ جواب شکوہ)

انگریزی ترجمہ جناب الطاف حسین

رومن رسم خط: جناب پروفیسر مقبول احمد،صفحات ۸۷،سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء

ملنے کا پتہ: ۹/ رپن اسٹریٹ،کلکتہ

علامہ اقبال کی شہرۂ آفاق نظم شکوہ اور جواب شکوہ کو جو اہمیت،شہرت اور مقبولیت ملی وہ محتاج بیان نہیں۔اسی اہمیت کی وجہ سے مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔زیر نظر کتاب بھی

اس کا انگریزی ترجمہ ہے جو انگریزی کے مشہور اہل قلم اور صحافی جناب الطاف حسین صاحب سابق ایڈیٹر ڈان کے قلم سے ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۳ء میں شیخ محمد اشرف تاجر کتب لاہور نے شائع کیا تھا۔ اس کے بعد متعدد ایڈیشن شائع ہوئے، تاہم عرصہ سے یہ نایاب تھا۔ چنانچہ اقبال کے ایک خاموش شیدائی اور کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر اور قوم کے ایک مخلص اور ہمدرد جناب پروفیسر مقبول احمد صاحب نے اس ترجمہ کو پھر سے عام کرنے کی غرض سے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ یہ ایڈیشن گزشتہ ایڈیشن سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ اس میں اصل کے ساتھ ترجمہ اور رومن رسم الخط بھی شامل ہے، جس سے یقیناً اس کی افادیت دو چند بلکہ سہ چند ہوگئی ہے۔ کلام اقبال کے انگریزی داں شائقین کے لیے یہ کسی تحفہ سے کم نہیں۔

راقم الحروف انگریزی زبان وادب سے اس قدر واقف نہیں کہ جناب الطاف حسین صاحب کے ترجمہ پر اظہار رائے کرے۔ البتہ اردو اور رومن رسم الخط میں کتابت کی بعض غلطیاں رہ گئی ہیں مثلاً ص ۲۹ پر ''لے کر'' کے بجائے ''کے کر'' لکھ گیا ہے۔ اسی طرح ص ۳۱ پر چھوڑا کو رومن اسکرپٹ میں Chhorha لکھا گیا ہے۔ جبکہ Chhoda زیادہ بہتر ہوتا۔

اقتصادیات

[۲۵]

اسلامی نظام معیشت

مولانا صدرالدین اصلاحیؒ

صفحات ۲۱۶، سنہ اشاعت ۱۹۵۳ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ الحسنات رام پور

اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں انسانوں کی مکمل رہنمائی کی ہے۔ انسانوں کا ایک بڑا مسئلہ معاش اور ذریعۂ معاش کا ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام نے ایک مکمل نظام پیش کیا ہے۔ چنانچہ مولانا صدرالدین اصلاحی نے اس کتابچہ میں جو دراصل جماعت اسلامی کے کل ہند اجلاس میں پڑھا گیا ایک مقالہ ہے، اسلام کے نظام معیشت پر مفصل روشنی ڈالی ہے اور موضوع کے تمام گوشوں اور اس کی جزئیات وفروعیات کو مختصر اور جامع طور پر قلم بند کیا ہے۔ جا بجا موجودہ نظام معیشت سے تقابل بھی کیا ہے اور اسلامی نظام معیشت کی خوبیاں بھی واضح کی ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ ''انسانوں کے معاشی مسئلے کا حل صرف وہ ہے جو اسلام پیش کرتا ہے۔''

[۲۶]

شیئرز بازار میں سرمایہ کاری

موجودہ طریقہ کار اور اسلامی نقطہ نظر

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی صاحب

صفحات ۱۵۵، قیمت-/۶۵ روپئے، سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء

ناشر: ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی پان والی کوٹھی دودھ پور، علی گڑھ

اسلام کے نظام معاشیات پر جن لوگوں کی گہری نظر ہے، ان میں ایک ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی صاحب شعبہ معاشیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھی ہیں۔ زیر نظر کتاب ان کے برسوں کے مطالعہ وتحقیق کا ثمرہ ہے۔ اردو زبان میں جدید معاشیات کے موضوع پر لکھنے والے اب بھی خال خال ہیں حالانکہ اپنی اہمیت کے پیش نظر یہ اس لائق ہے کہ علماء وفقہاء اور جدید تعلیم یافتہ مسلمان اصحاب فکر ونظر اس پر خاص توجہ دیں۔

موجودہ عالمی معاشیات میں بازار حصص کے کاروبار کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ شیئرز کی خرید وفروخت روز افزوں ہے لیکن شیئرز بازار کی اصطلاحوں اور اس کے طریقہ کاروبار کے متعلق اور زبانوں کی بہ نسبت اردو خصوصاً ہندوستان کے اردو داں طبقہ کے لئے زیادہ معلومات دستیاب نہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے یہ مسئلہ عرصہ سے درپیش ہے کہ شیئرز بازار کی سرمایہ کاری میں اسلامی نقطہ نظر کیا ہے۔

اس ضرورت کے پیش نظر ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی صاحب کی اس کتاب کو اہم کاوش قرار دیا جاسکتا ہے جس میں انھوں نے اس تفصیل وجامعیت سے شیئرز بازار کے تمام گوشوں پر روشنی

ڈالی ہے کہ مشترکہ سرمایہ کاری، پبلک کمپنیاں، بازار حصص، اسٹاک ایکسچینج، بانڈ، ڈبنچر، معیاری جمع اسکیم، میچول فنڈ، شیرز کی قیمتوں میں تغیر وتبدل، شیرز بازار کی بدعنوانیاں اور ان کا سد باب وغیرہ موضوعات کے متعلق اہم معلومات حاصل ہوجاتی ہیں۔ انھوں نے مذکورہ پہلوؤں کے تمام اقسام اوران کے طریقہ کار کی بڑی عمدہ وضاحت کی ہے۔

آخری باب میں اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں علماء اور مسلم ماہرین معاشیات کی آراء اور فتووں کو نقل کرکے ان کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس سے اصل اور خاص بحث میں خود فاضل مصنف کا نقطۂ نظر واضح طور پر سامنے نہیں آتا، تاہم جابجا ان کے خیالات کی ترجمانی ضرور نظر آتی ہے، مثلاً ایک جگہ انھوں نے لکھا کہ ''سچ ہے کہ کسی چیز سے روکنے کے ساتھ ساتھ اگر اس کے نعم البدل کی نشاندہی نہ ہوتو بات زیادہ مؤثر نہیں ہوسکتی اور آج ہماری یہی سب سے بڑی مجبوری ہے۔ (ص ۹۷) آگے انھوں نے پھر لکھا کہ ''بہرحال جب تک کوئی اس کا بدل نہیں سامنے آجاتا ایسی کمپنیوں کے ساتھ مشارکت بکراہیت جائز ہوگی، خاص طور سے جب کہ معاملہ کی شرائط کا بدلنا اپنے اختیار میں نہ ہولیکن ضروری ہے کہ ایک مسلمان اس غیر اسلامی نظام سے کبھی مطمئن نہ ہواوراس کو بدلنے کے لئے حسب استطاعت کوشاں ہو۔'' (ص ۱۱۳)

بہرحال فاضل مصنف اس نہایت مفید اور وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرنے والی کتاب کے لئے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ یقیناً شیرز بازار سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا اور دوسری جانب علماء اور مفتیان کرام کو بھی اس سے بڑی مدد ملے گی۔

تاریخ ہند

[۲۷]

تحریک آزادی ہند اور مسلمان

جناب محمد احمد صدیقی صاحب

صفحات ۲۷۔ قیمت ۲۰/ روپئے۔ سنہ اشاعت ۱۹۹۸ء

ملنے کا پتہ: امین اینڈ سنس بخشی پور۔ گورکھپور۔ یوپی

۱۹۴۷ء سے پہلے ملک کے ہر باشندے کی یہ خواہش تھی کہ اپنا ملک انگریزوں کے پنجۂ ظلم واستبداد سے بہر صورت آزاد ہونا چاہئے، چنانچہ ہر شخص نے جدوجہد آزادی میں کسی نہ کسی صورت میں حصہ لیا اور بالآخر ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کو ملک آزاد ہوا۔

ملک کی دوسری قوموں کی طرح مسلمانوں نے بھی اس میں بھرپور حصہ لے کر کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا مگر افسوس ہے کہ آزادی کے بعد تحریک آزادی کی جو تاریخیں قلم بند کی گئیں ان میں مسلمانوں کے کردار کو اول تو پیش ہی نہیں کیا گیا اور اگر کہیں ان کا ذکر آیا بھی تو برائے نام۔

اس غلط طریقۂ تاریخ نویسی نے ملک کی گنگا جمنی تہذیب کو بڑا نقصان پہنچایا۔ خصوصاً فرقہ وارانہ فساد ومنافرت کا یہ بڑا سبب ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ ایسی کتابیں لکھی جائیں جن سے تحریک آزادی میں مسلمانوں کے اہم کردار اور عظیم الشان کارناموں کا اندازہ ہو سکے۔ چنانچہ اس طرح کی کئی کوششیں ہو چکی ہیں، الرشاد کے ان صفحات میں جناب ضامن علی خاں کی کتاب ''جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین'' کا ذکر آ چکا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، اس میں ہندوستانی مسلمانوں کی تین سو باسٹھ سالہ جدوجہد آزادی اور ان کی عظیم قربانیوں اور بے مثال

کارناموں کا احاطہ گو اجمالاً ہی پیش کیا گیا ہے لیکن اس سے تحریک آزادی کی مختلف کوششوں اور مسلمانوں کی جانی و مالی قربانیوں کی پوری تصویر ابھر کر سامنے آجاتی ہے، جس کے لئے لائق مصنّف جناب محمد احمد صدیقی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔

تاہم اختصار و اجمال کی وجہ سے قاری کی تشنگی نہیں جاتی، اس لئے ہم مصنف سے گزارش کریں گے کہ آئندہ آیڈیشن میں اس داستان خونچکاں کو اور زیادہ دراز کریں تاکہ مسلمانوں سے منسوب یہ حرف غلط کہ انھوں نے تحریک آزادی میں برائے نام حصہ لیا پوری طرح مٹ جائے۔ آئندہ ایڈیشن میں بعض تسامحات بھی دور کر دینا ضروری ہے، مثلاً ماہنامہ معارف دہلی سے نہیں اعظم گڑھ سے نکلتا ہے۔

اس کتابچہ کا مطالعہ ہر ہندوستانی کے لئے مفید ہوگا، اس لئے اسے ہندی میں شائع کرنا ضروری ہے تاکہ برادران وطن کو بھی اس کے مطالعہ کا موقع مل سکے۔

---

[۴۸]

تذکرہ مہداواں

جناب ڈاکٹر سید شاہد اقبال صاحب

صفحات ۹۶، قیمت ۶۰/ روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۰ء

ملنے کا پتہ: آستانہ حق روڈ نمبر دس (ویسٹ بلاک) نیو کریم گنج ضلع گیا ۸۲۳۰۰۱

عظیم آباد کے قرب و جوار میں متعدد ایسی بستیاں تھیں جو علم و فن اور رشد و ہدایت کا مرکز تھیں۔ گردش زمانہ نے ان بستیوں کے نقوش مٹا دیئے تاہم وہ تاریخ کا حصہ ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس طرح کے تمام قصبات و مواضعات اور ان کی خاک سے اٹھنے والے اہل علم اور

ارباب فضل وکمال کی تابانیوں کی تاریخ قلم بند کی جائے۔ چنانچہ ڈاکٹر سید شاہد اقبال صاحب قابل ستائش ہیں کہ انھوں نے اپنے آبائی وطن قصبہ مہداواں جو عظیم آباد کا ایک اہم علمی وادبی مرکز تھا کی یہ مختصر مگر جامع تاریخ قلم بند کرکے اس سلسلے کا آغاز کردیا ہے۔ اس میں انھوں نے مہداواں کی تاریخ، اس کی خاک سے اٹھنے والے علماء وفضلاء اور شعراء کے حالات وسوانح، فضل وکمال، رشد وہدایت کے واقعات اور ان کی علمی ودینی اور تصنیفی خدمات وغیرہ کا اجمالاً جائزہ سپرد قلم کیا ہے اور اسے مشرقی ہندوستان میں اسلام کا پہلا گہوارہ قرار دیا ہے۔ ضمناً علمائے صادق پور اور عظیم آباد کے مضافاتی شعراء کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان کے حالات کے ساتھ بطور نمونہ ان کے کلام کا ایک انتخاب بھی دے دیا ہے۔

ڈاکٹر سید شاہد اقبال صاحب نے بلاشبہ تلاش وتحقیق اور بڑی دیدہ ریزی سے یہ تاریخی مرقع تیار کیا ہے۔ اس سے ان کی محنت، لگن اور علمی انہماک کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کا انداز نگارش بھی سادہ اور صاف ستھرا ہے جو پروقار اور متین وسنجیدہ ہے۔ تاریخ خاص طور سے عظیم آباد کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ ایک اہم کتاب ہے۔ کتاب صاف ستھری طبع ہوئی ہے۔ البتہ کمپوزنگ کی بے شمار غلطیاں گراں گزرتی ہیں۔ (ماہنامہ الرشاد، ستمبر اکتوبر ۲۰۰۳ء)

---

[۲۹]

جغرافیہ جدید ضلع اعظم گڑھ

جناب مفتی عبد القادر بستوی صاحب

صفحات ۶۴۔ قیمت ۸ر روپے۔ ناشر: مدرسہ عربیہ قاسم العلوم منگراواں، اعظم گڑھ

علم جغرافیہ ایک معلوماتی علم ہے، اس موضوع پر یہ کتاب اس لحاظ سے دلچسپ واہم ہے

کہ یہ ضلع اعظم گڑھ کے موجودہ حدود اربعہ کے جغرافیہ پر مشتمل ہے اور بقول ماسٹر افتخار احمد صاحب اس ضلع سے مئو کے الگ ہوجانے کے بعد اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ اس ضلع کی از سرنو خاک چھانی جائے۔ لائق مرتب نے عرق ریزی اور محنت سے پرائمری کے طلبہ کے لئے عام فہم زبان میں اس کو مرتب کیا ہے ٦۴ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ضلع اعظم گڑھ کا ایک جامع تعارف، اصطلاحات جغرافیہ اور جغرافیہ کی بنیادی معلومات کے ساتھ اہم اسلامی مدارس اور اداروں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اس کی کتابت وطباعت بھی عمدہ ہے، البتہ کندھرا پور کو ایک قصبہ بتایا گیا ہے۔ (ص ١٧) جب کہ وہ ایک چھوٹا سا بازار ہے، اسی طرح ''چھوٹے گائیں جھگڑوں'' کی تعبیر عوامی ہے۔ مجموعی طور سے یہ کتاب مفید ہے اور ضلع کے مکاتب ومدارس کے نصاب میں شامل کئے جانے کے لائق ہے۔ امید ہے کہ ذمہ داران مکاتب ومدارس اس کی خاطر خواہ پذیرائی کریں گے۔

---

[۳٠]

کیا اقلیم ہند میں اشاعت اسلام صوفیاء کی مرہون منت ہے؟

جناب مولانا غازی عزیر صاحب

صفحات ١٩٨، تاریخ اشاعت جولائی ١٩٩۳ء

ناشر: ادارہ البحوث الاسلامیہ، جامعہ سلفیہ بنارس۔ (الہند)

ہندوستانی علماء ومؤرخین اور محققین کا عام نقطۂ نظر یہی ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی نشر واشاعت صوفیائے کرام کے ذریعہ ہوئی۔ جن کی للّٰہیت، خلوص اور عوامی خدمات نے سرزمین ہند کو اسلام کی روشنی سے منور کیا۔ زیر نظر کتاب میں جناب غازی عزیر صاحب نے اس عام نقطۂ

نظر کی نفی کر کے اپنا یہ موقف بیان کیا ہے کہ ہندوستان میں اسلام صوفیاء کے ذریعہ نہیں بلکہ فقط محدثین عظام کی انتھک کاوشوں اور بے لوث خدمات کا ثمرہ ہے۔ (ص ١٨) اور ''اقلیم ہند میں اشاعت اسلام کا سہرا فقط محدثین اور علماء حق کے سر ہے۔ صوفیاء کا اس میں قطعاً کوئی حصہ نہیں ہے، کیوں کہ اشاعت اسلام کے لئے جدوجہد بنیادی طور پر ان کے لائحہ عمل کا جزء نہ تھی بلکہ انھوں نے تصوف کو اسلام کے روبرو ایک متوازی دین بنا کر کھڑا کر دیا۔'' (ص ٧٦)

فاضل مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''اس بات پر مصر رہنا کہ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کا اصل سہرا صوفیاء کے سر ہے محض اندھی عقیدت اور تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کی احمقانہ کوشش کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ (ص ٨٧،٨٨) اور ان کا یہ بھی خیال ہے کہ ''تصوف نے ہر ہر خدا پرست مسلمانوں کو مخلوق پرست انسان بنا کر دائرہ شرک میں داخل کر دیا۔'' (ص ٧٦)

کتاب کے آغاز میں بعض صحابۂ کرام، تابعین اور تبع تابعین کی مختصر سوانح پیش کی گئی ہے جو سندھ اور اس کے قرب وجوار میں وارد ہوئے۔ اس فہرست میں کچھ نام ایسے بھی ہیں جن کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ہندوستان آئے بھی تھے۔ مثلاً حضرت عثمان بن ابی العاص وغیرہ۔

مصنف نے اپنے نقطۂ نظر کی تائید میں دلائل پیش کرنے کے بجائے زیادہ زور تصوف کی مذمت پر صرف کیا ہے اور ان کا یہ مزعومہ اس وقت شکست کھا جاتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہندوستان ابتدائی دو تین صدیوں میں اسلام کی نشر واشاعت کی رفتار صفر کے برابر تھی۔ محمد بن قاسم کے حملے سے لے کر محمود غزنوی کی آمد تک ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کس پیمانہ پر ہوئی، اس دور پر مصنف کو سیر حاصل بحث کرنے کی ضرورت تھی کیوں کہ ان کے موضوع کا تعلق اصلاً اسی دور سے ہے اور اس دور میں صوفیاء کی ہندوستان میں آمد نہیں ہوئی تھی۔

شروع میں یعنی محمد بن قاسم کی آمد سے پہلے جن صحابہ کرام اور تبع تابعین کی آمد کا ذکر ملتا ہے وہ صرف سندھ اور اس کے قرب وجوار میں مختلف اغراض ومقاصد کے تحت اور ان کی اشاعت

اسلام میں کوئی عملی جدو جہد نظر نہیں آتی، مصنف نے ان حضرات کی آمد کو کتاب میں اس انداز سے پیش کیا ہے گویا ان لوگوں نے اسلام کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

مصنف نے چھٹی صدی ہجری سے لے کر چودہویں صدی ہجری تک کے اہم ہندوستانی علماء ومحدثین کی خدمات کا مختصر جائزہ اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے، وہ بھی ان کے دعویٰ کے خلاف ثبوت بہم پہنچاتا ہے مثلاً شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور مرزا مظہر جان جاناں وغیرہ کے اسمائے گرامی نہ جانے کس مناسبت سے انھوں نے درج کئے ہیں۔ اہل علم کے حلقوں میں تو ان کی شہرت اسی شجر ممنوعہ کے نام سے ہے جس کی تردید میں یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں بعض محدثین کا تذکرہ جس انداز سے کیا گیا ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف دراصل تحریک اہل حدیث کو اسلام کی نشر واشاعت کا علمبردار سمجھتے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پچھلی صدی میں اس تحریک کی وجہ سے ہندوستان میں فن حدیث کو عام رواج وقبولیت حاصل ہوئی، اور فقہ کا جمود وتعطل ٹوٹا اور اسی طرح یہ بھی ناانصافی کی بات ہے کہ اس تحریک کے سر اسلام کی نشر واشاعت کا سہرا باندھا جائے۔

مصنف کی زبان اور اسلوب نگارش غیر معیاری اور سطحی ہے اور ذوقِ سلیم پر گراں گذرتا ہے، مثلاً یہ عبارت (...... بے شمار صوفی آب وگیاہ کی طرح جگہ جگہ اگ آئے۔ (ص ۸۱) اور (...... چنانچہ راقم الحروف نے ضروری محسوس کیا کہ......) وغیرہ۔

مجموعی طور سے اس کتاب کی کوئی ضرورت نہیں تھی، اس وقت ہندوستانی مسلمانوں کو اس تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں کہ آیا ہندوستان میں ہم تک اسلام صوفیاء کے ذریعہ پہنچا یا محدثین کے۔ اس وقت مسلمانوں کی پوزیشن زندگی کے ہر شعبے میں بد سے بدتر ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے قومی وملی مفادات اور تشخص وامتیاز کی بقاء کے لئے کام کریں۔

---

[۳۱]

فتاوی عالم گیری اوراس کے مؤلفین

مولانا مجیب اللہ ندویؒ

صفحات ۱۳۶، قیمت ۳۶/روپئے، ناشر مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ، لاہور

اورنگ زیب عالم گیر کے عہد حکومت کا سب سے مہتم بالشان علمی کارنامہ فتاویٰ عالم گیری کی تدوین ہے۔ جس میں فقہ حنفی کے تقریباً تمام مسائل کا احاطہ کرلیا گیا ہے۔ عالم گیر نے اس کی تدوین کے لئے غیر معمولی اہتمام کیا تھا مگر اس اہم تصنیف اوراس کے مدونین کے بارہ میں اردو زبان میں کوئی مستقل تحریر و تصنیف نہ تھی حضرت مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب نے اپنے اس مفصل مضمون میں اسی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ انہوں نے فتاویٰ عالم گیری اوراس کے مؤلفین کا تعارف کراتے ہوئے سن تالیف، سبب تالیف، طریقہ تالیف اور مصادر و مآخذ کی تفصیل بھی پیش کردی ہے۔ شاہی خزانہ سے اس کتاب کی تدوین پر کس قدر صرفہ ہوا اس کا بھی انکشاف کیا ہے۔

اہمیت ومقبولیت کی بناپر مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لاہور کے ڈائرکٹر سید محمد متین ہاشمی مرحوم نے مولانا سے اسے کتابی صورت میں شائع کرنے کی خواہش کی۔ چنانچہ نظر ثانی اور مزید تحقیق و اضافہ کے ساتھ یہ مقالہ لاہور سے ۱۹۸۸ء میں کتابی صورت میں شائع ہوا اور اب اس کا خوب صورت ہندوستانی ایڈیشن بھی ۲۰۰۳ء میں ندوۃ التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ سے شائع ہوگیا ہے۔

تذکرے/خاکے

[۳۲]

بیدار دل لوگ

جناب شاہ محی الحق فاروقی

صفحات ۲۷۸، قیمت: ۲۵ر امریکی ڈالر، سنہ اشاعت ۲۰۰۳ء ناشر: اکادمی بازیافت

اردو سینٹر، کمرہ نمبر۴، پہلی منزل اردو بازار، کراچی پاکستان

پروفیسر مشیر الحق مرحوم کے برادر خورد جناب شاہ محی الحق فاروقی کا آبائی وطن بحری آباد ضلع غازی پور ہے۔ ان کی تعلیم شبلی اسکول اعظم گڑھ میں ہوئی۔ پھر انھوں نے کراچی کا رخ کیا اور وہیں کے ہو رہے۔ ملازمت سے سبکدوش ہو کر لکھنے پڑھنے میں مصروف ہیں۔ ملازمت کے دوران بھی وہ لکھتے رہے، خصوصاً طنز و مزاح سے دلچسپی کی وجہ سے متعدد طنزیہ و مزاحیہ مضامین ان کے قلم سے نکلے، جن کا مجموعہ ''کھٹے میٹھے انار'' کے نام سے شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔ اس کا ذکر الرشاد کے ان صفحات میں بھی آ چکا ہے۔ وہ بڑے اچھے مترجم ہیں اور متعدد انگریزی کتابوں کو اردو قالب عطا کر چکے ہیں۔ ان میں جسٹس ایم، آر کیانی کی کتاب A Judge May Laugh And Euen Cry کا ترجمہ ایک جج ہنس بھی سکتا ہے، ہشام الطالب کی کتاب Raning Guide For Islamic Workers کا ترجمہ رہنمائے تربیت، موسیٰ رضا کی کتاب کا ترجمہ The Nawabs And Nightigales کا ترجمہ بلبلین نواب کی، عارف حسن کی کتاب Understainding Karachi کا ترجمہ تفہیم کراچی، ممتاز حسن کی کتاب Aspects of Ghalib کا ترجمہ جہات غالب۔ لفٹیننٹ جنرل اے، اے نیازی کی کتاب The Betrayal of East Pakistan کا ترجمہ سانحۂ مشرقی پاکستان۔ تصویر کا دوسرا رخ، اور وی وون باز بک ودیگر کی کتاب Muslim

Community in North America کا ترجمہ شمالی امریکہ کے مسلمان جیسے اہم تراجم شامل ہیں۔

زیر نظر کتاب بیدار دل لوگ ان کی تازہ پیش کش ہے۔ یہ دراصل ان کے شخصی خاکوں کا مجموعہ ہے۔ فاروقی صاحب نے جن شخصیتوں کی مرقع آرائی کی ہے، وہ قومی زندگی کے کسی نہ کسی شعبے میں ممتاز و منفرد رہے ہیں۔ ان کے استاذ بشیر احمد صدیقی شبلی اسکول اعظم گڑھ کے پرنسپل کی حیثیت سے نظم و انتظام میں ممتاز مقام کے حامل تھے۔ ان کی ذہانت و فطانت کا تذکرہ آج بھی بزرگوں کی زبان پر ہے۔ پروفیسر مشیر الحق مرحوم نے انتہائی نامساعد حالات میں تعلیم حاصل کی، باوجود اس کے اپنی محنت اور حوصلہ مندی سے جدید و قدیم دونوں تعلیم میں مہارت حاصل کی اور بلند مقام تک پہنچے۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب دارالمصنّفین کے رفیق اور ناظم تھے۔ ان کا شمار ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی تاریخ کے اہم مؤرخوں میں ہوتا ہے۔ اپنے موضوع پر انھوں نے جو معرکہ آرا کتابیں سپرد قلم کیں وہ ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ مولانا ابوالجلال ندوی چریا کوٹ اور ندوہ کے ممتاز فرزند تھے۔ مختلف علوم بالخصوص علوم قرآنیہ کے زبردست عالم اور مختلف زبانوں کے ماہر تھے۔ ان کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں میں شاید ہی عبرانی زبان کا اتنا بڑا ماہر پیدا ہوا ہو۔ دوسرے اشخاص مثلاً مولانا سیفی ندوی، مولانا شاہ ابوالقاسم بحری آبادی وغیرہ بھی ممتاز حیثیت کے لوگ تھے۔ البتہ اکبر علی کا خاکہ پڑھ کر گدڑی کا لال یاد آجاتا ہے۔

فاروقی صاحب نے ان لوگوں کو قریب سے دیکھا ہے اور ان شخصیتوں اور ان کی کاوشوں کو خوبی کے ساتھ قلم بند کیا ہے جن سے ان کی شخصیت کے تمام خدوخال ابھر کر سامنے آجاتے ہیں اور عظمت رفتہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

اس کتاب سے مختلف شہروں بالخصوص اعظم گڑھ اور کراچی کے پچاس برس پہلے کی علمی و ادبی ماحول کی عکاسی ہوتی ہے۔ فطری طور پر کراچی کا ذکر بار بار آیا ہے جس میں یہ پہلو بھی ہے کہ تقسیم وطن کے بعد کراچی اہل قلم اور ارباب علم و دانش کا مرکز بنا اور ہندوستان کے متعدد مشاہیر۔ عالم، فاضل، ادیب، شاعر، نقاد ترک وطن کر کے کراچی میں آباد ہوئے مگر کراچی میں ان پر

کیا گذری اور وہ کس طرح بے خانماں برباد ہوئے اس کی ایک جھلک بھی اس کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے۔ جسے پڑھ کر نہ صرف افسوس ہوتا ہے بلکہ عبرت انگیز پہلو بھی سامنے آتے ہیں۔ ایک بزرگ نے حسرت سے کہا تھا کہ پورا ہندوستان اجڑا ہے تب ایک کراچی آباد ہوا ہے، مگر اس آبادی میں بربادی کے کتنے پہلو پوشیدہ تھے شاید ان کو اس کا اندازہ نہ تھا۔

فاروقی صاحب کے یہ خاکے اس لحاظ سے بھی بڑے اہم ہیں کہ ان میں کئی ایسی شخصیتیں شامل ہیں جن پر بہت کم بلکہ بعض پر سرے سے کچھ لکھا ہی نہیں گیا ہے، فاروقی صاحب نے ان کی شخصیت کے خدوخال کے ساتھ ان کی تمام کاوشوں اور کارناموں کی بھی تفصیل قلم بند کردی ہے۔ ضمناً بعض دوسرے موضوعات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب کے ذکر میں چونکہ ان کا سانحہ وفات ایک گائے کے ٹکر مارنے کی وجہ سے پیش آیا تھا، اس لئے بعض دوسرے ادباء وشعراء جن کی موت آوارہ جانوروں کی وجہ سے ہوئی اس کی تفصیل بھی لکھ دی ہے۔ اسی طرح قمر احمد صاحب کے خاکے میں شرقی سلطنت جون پور کی تاریخ کو سمیٹ لیا ہے۔

خاکہ نگاری کے لحاظ سے بھی یہ ایک اہم کتاب ہے۔ البتہ بعض خاکوں مثلاً مشیر الحق صاحب، سید صباح الدین صاحب اور مولانا ابوالجلال ندوی وغیرہ میں خاکہ نگاری سے زیادہ تحقیق وتنقید کا پہلو نمایاں ہو گیا ہے لیکن فاروقی صاحب کے سحر طراز قلم کی وجہ سے یہ خامی بھی خوبی کا رنگ اختیار کر گئی ہے۔ فاروقی صاحب کا اسلوب تحریر شستہ وشگفتہ اور رواں دواں ہے۔ بغیر پڑھے کتاب رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ دل کشی اور جاذبیت ہر خاکے میں پائی جاتی ہے۔ اس سے مصنف کی زبان وبیان پر دسترس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ فاروقی صاحب کی یہ کتاب علم وادب تاریخ وسیاست اور ہماری تہذیب وثقافت کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس کا مطالعہ یقیناً معلومات افزا اور باعث کیف وانبساط ہوگا۔

---

[۳۳]

تابعین

مولانا شاہ معین الدین ندوی

صفحات ۵۵۵، سنہ اشاعت ۱۹۵۶ء، ناشر: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

اس میں صحابہ کرامؓ سے فیض یافتہ چھیانوے اکابر تابعین کرامؒ کے سوانح زندگی اوران کے مذہبی، اصلاحی، تبلیغی، سیاسی اور مجاہدانہ کارناموں کی تفصیل پیش کی گئی ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت حسن بصریؒ، اویس قرنیؒ، امام زین العابدینؒ، امام باقرؒ، امام جعفر صادقؒ، محمد بن حنفیہ، ابن شہاب زہری وغیرہ جیسے اہم تابعین کرام کا تذکرہ اس میں شامل ہے۔ دیباچہ میں کتاب کی اہمیت وضرورت اوراس کے مشتملات کا ذکر ہے، مقدمہ نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کے قلم سے ہے۔ تابعین عظام کے اس جامع تذکرہ میں اس عہد کے بعض سیاسی اوراخلاقی واقعات بھی آگئے ہیں۔ خود شاہ صاحب لکھتے ہیں:

> ''اس میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اکابر تابعین کرام کے علمی اخلاقی اور مذہبی کارناموں کواس طرح پیش کیا جائے کہ اس عہد کی پوری علمی واخلاقی تاریخ سامنے آجائے۔''(۹)

اس طرح یہ کتاب تاریخ وتذکرہ کی مشترک کتاب ہوگئی ہے، تابعین اوران کے عہد زریں پراردوزبان میں یہ پہلی مفصل کتاب تھی جسے دارالمصنفین نے قوم کے سامنے پیش کیا۔ اس کی افادیت بیان کرتے ہوئے جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم لکھتے ہیں:

> ''یہ کتاب تو اس لائق ہے کہ ہر گھر میں موجود رہے اوران بزرگوں نے اپنی زندگی میں اخلاق کے مذکورہ بالا محاسن کو جس طرح اختیار کرکے دکھایا اگر

مسلمان اس اسوہ کو برابر سامنے رکھیں اور اس پر عمل کریں تو وہ تمام انسانوں کے لیے رحمت بن سکتے ہیں۔''(۱۰)

---

[۳۴]

تاریخ اولیائے تمل ناڈو

ڈاکٹر جاویدہ حبیب صاحبہ

صفحات ۱۵۴، قیمت چار سو روپے، سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء

ملنے کا پتہ: تمل ناڈو اردو پبلی کیشنز ۲۶، امیر النساء بیگم اسٹریٹ چنئی ۶۰۰۰۰۲

اسلام کی روشنی ہندوستان کے جن مقامات پر اولاً پھیلی ان میں خطہ مدراس موجودہ تمل ناڈو بھی ہے۔ ساحلی شہر ہونے کی وجہ سے اس کی خاک پر مسلمانوں کے قدم بھی پہلے پڑے۔ بعض صحابہ کرامؓ بھی تشریف لائے اور نور ہدایت عام کیا۔ بہرحال یہ علاقہ ایک شاندار ماضی رکھتا ہے۔ اس کی خاک سے سیکڑوں اہل علم وقلم، علماء، صوفیاء اور بزرگان دین اٹھے اور اپنی ضیا پاشیوں سے اس کو منور کیا۔ ضرورت تھی کہ ان کے سوانح زندگی، حالات وواقعات، فضل وکمال، زہد وتقویٰ، اخلاص وللّٰہیت، علمی، دینی، سماجی اور معاشرتی خدمات کی تاریخ مرتب کی جائے۔ زیر نظر کتاب تاریخ اولیائے تمل ناڈو اسی سلسلہ کی ایک کاوش ہے۔ اس میں ترچنا پلی، تنجاور، آرکاٹ، مدورائی، کنیا کماری، سیلم، کوئمبٹور، چنگل پیٹ، کانچی پورم اور مدراس جو تمل ناڈو کے اہم مقامات ہیں، ان کے ۱۸۰ رصوفیاء کے حالات وسوانح زندگی، زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت اور اخلاص وللّٰہیت کا تذکرہ ہے۔ ان کے شیوخ تلامذہ اور سلاسل کا بھی ذکر ہے۔ ان صوفیائے کرام کی معاشرتی خدمات کی بھی تفصیل ہے۔ بعض صوفیائے کرام کے خرق عادات اور کرامات بھی قلم بند کئے گئے

ہیں۔ان کی خانقاہوں، مساجد اور مقابر کا بھی تذکرہ ہے، ان تمام تفصیلات سے اولیائے تمل ناڈو کی پوری تاریخ سامنے آجاتی ہے۔

لائق مصنفہ ڈاکٹر جاویدہ حبیب صاحبہ اردو کے ایک بڑے خدمت گزار اور ادیب وشاعر جناب علیم صبا نویدی کی صاحب زادی ہیں۔خود انھوں نے کئی کتابیں تالیف کی ہیں۔زیرنظر کتاب ان کی تازہ تحقیقی کاوش ہے۔اس میں انھوں نے تحقیق وتدقیق اور تلاش وتفحص کا کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھا ہے۔انھوں نے یہ تذکرہ کتب ومضامین ہی کے حوالہ سے قلم بند نہیں کیا ہے بلکہ انھوں نے متعدد مقامات کا سفر کرکے تاریخی مقامات، خانقاہوں وغیرہ کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ان کے ذمہ داروں سے ضروری معلومات بھی اخذ وجمع کی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں بعض ایسے صوفیاء کا ذکر بھی ہے جن کے حالات کہیں اور نہیں ملتے۔مصنفہ نے یہ تذکرے اور اس طرح کی دوسری معلومات اس غرض سے لکھ دی ہیں کہ ممکن ہے کوئی اور محقق اس سلسلہ تحقیق کو آگے بڑھائے۔

ان تصنیفی خصوصیات کی وجہ سے بلاشبہہ مصنفہ کی یہ ایک اہم کاوش ہے۔جس کے لئے وہ مبارک باد اور ستائش کی مستحق ہیں۔البتہ چند باتوں کی طرف ان کی توجہ مبذول کرانا ضروری ہے۔

۱- متعدد صوفیاء کے تذکرہ میں ان کے خرق عادات اور کرامات کا بھی ذکر ہے۔مثلاً حضرت شاہ بھیکا کے متعلق لکھا ہے کہ غیر مسلم یہ چاہتے تھے کہ وہ شہر میں نہ رہیں جس کے لئے وہ درپئے آزار رہا کرتے تھے۔چنانچہ حضرت شاہ بھیکا ایک روز مندر میں بنے پتھر کے بیل پر سوار ہوگئے اور اسے زندہ جانور کی طرح چراتے ہوئے شہر کی سڑکوں کا گشت کرنے لگے۔یہ دیکھ کر شہر کی رانی میناکشی نے معافی مانگی اور ثور کا مندر ان کے حوالہ کردیا۔(ص۲۳)

۲- اسی طرح شیخ نورالدین بےاولاد تھے۔ان کے شیخ شاہ الحمید نے ان کی بیوی کو ''دعا کی برکت سے ماں بننے کی صلاحیت عطاء کی''۔ہوا یہ کہ شاہ الحمید نے ایک روز پان اور لونگ چبایا اور شیخ نورالدین کی ہتھیلی پر تھوک دیا اور کہا کہ یہ فوراً اپنی بیوی کو نگلادیں، ایسا ہی کیا گیا، چنانچہ وہ حاملہ ہوگئیں۔(ص۴۵)

۳- اسی طرح مظہر ولی ایک جلالی بزرگ تھے۔اس جلالی کیفیت کے باعث ان کا مزار مبارک بھی ہجوم کو ناپسند کرتا ہے۔ یہاں آنے والوں کو بھی کچھ اس طرح کا احساس ہوتا ہے۔(ص۱۵)اس طرح کے متعدد بے سروپا کراماتی واقعات کتاب میں درج ہیں۔گو بعض مقامات پر مصنف نے ''نا قابل اعتماد''اور''اسلامی تعلیمات کے خلاف'' لکھ کر اپنا دامن جھاڑنے کی کوشش کی ہے تاہم یہ واقعات مصنفہ کی تحقیق کی اہمیت کم کرنے کے باعث ہیں۔

یہ واقعہ تعجب اور دلچسپی سے پڑھا جائے گا کہ ایک بزرگ سید مستان کے عرس کا انتظام ایک مندر کے پجاری کیا کرتے ہیں اوراس کے تمام اخراجات بھی برداشت کرتے ہیں۔مصنفہ کا یہ خیال بجا ہے کہ یہ ہندوستان میں اپنے طور کی ایک واحد مثال ہے۔(ص۲۷) تاہم انھوں نے اس یک جہتی اور رواداری کے اسباب بیان نہیں کئے جس کی بنا پر بعض مخالفین تصوف اس ہم آہنگی کو بطور سند نقل کریں گے۔

کتاب میں متعدد امور تحقیق طلب ہیں۔مثلاً سید محمد ابراہیم گدائے عالم کا وطن عالم کھاڑی ضلع اترپردیش لکھا ہے۔(ص۱۲) جب کہ اترپردیش میں عالم کھاڑی نام کا کوئی ضلع نہیں ہے۔اسی طرح بابا فخرالدین کے بارے میں لکھا ہے کہ ''افغانی سرحدی علاقے سیسان کے بادشاہ تھے۔(ص۱۶) کیا افغانی سرحد پر اس نام کا کوئی ملک واقع تھا۔ایسا تو نہیں کہ وہ سیسان (چیچنیا) کے رہنے والے تھے جو افغان سرحد سے یقیناً کافی دور ہے۔

زبان و بیان کی بھی بعض غلطیاں راہ پا گئی ہیں۔مقدمہ نگار جناب علیم صبا نویدی صاحب نے بعض عرب جہاز رانوں کا ذکر کرتے ہوئے علامہ سید سلیمان ندوی کی نقوش سلیمانی کا حوالہ دیا ہے۔(ص۱۲) جو یقیناً سہو ہے۔ یہ مباحث عربوں کی جہاز رانی اور عرب و ہند کے تعلقات میں ہیں۔نقوش سلیمانی ان کے ادبی مضامین کا مجموعہ ہے۔آئندہ ایڈیشن میں ان کی اور بعض دوسرے تسامحات کی تصحیح ضروری ہے۔

---

[۳۵]

تاریخ اولیائے گجرات

مولانا سید ابوظفر ندوی

صفحات ۲۸۰، سنہ اشاعت ۱۹۳۵ء، حاجی بدرالدین نظامی پبلشرز، لاہور

مولانا سید ابوظفر ندوی نے گجرات کے زمانۂ قیام میں حاجی بدرالدین حسین نظامی تاجر کتب احمد آباد کی فرمائش پر فارسی زبان کی ایک اہم کتاب مرأۃ احمدی کا اردو میں ترجمہ کیا، جسے حاجی صاحب نے تاریخ اولیائے گجرات کے نام سے ۱۹۳۳ء میں شائع کیا۔ اس میں احمد آباد، گجرات کے اولیاء وصوفیاء ومشائخ کے حالات وسوانح، ان کی خدمات اور کارناموں کا مفصل ذکر کیا گیا ہے۔

---

[۳۶]

تحفۃ الاحباب فی بیان الانساب

تالیف محمد خلیل اللہ انصاری فرنگی محلی

تدوین وترجمہ جناب ڈاکٹر شاہ عبدالسلام صاحب، صفحات ۱۱۰، قیمت ۲۰۰/ روپے

ناشر: امیر الدولہ پبلک لائبریری لکھنؤ، یوپی

فرنگی محل نے اسلامی علوم وفنون کی بڑی اہم اور وقیع خدمات انجام دی ہیں، مُلّا قطب الدین شہید سہالوی کے اس سلسلہ میں کثرت سے مشاہیر کے نام نظر آتے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں

اسی خانوادہ کے شجرہ نسب کو محمد خلیل اللہ انصاری نے مسٹر کانسٹبل کی فرمائش پر بڑی جامعیت سے پیش کرتے ہوئے اس انداز سے مرتب کیا ہے کہ فرنگی محل کے علماء کی علمی و دینی خدمات اور ان کی تصنیفات وغیرہ کا اجمالی مرقع بھی آ گیا ہے۔ ان نسب ناموں سے خانوادہ فرنگی محل کے متعلق یقیناً بعض نئی معلومات دستیاب ہوں گی۔

یہ ایک مخطوطہ کی شکل میں امیر الدولہ پبلک لائبریری لکھنؤ میں محفوظ تھا۔ اس کی اشاعت ضروری تھی خوشی ہے کہ جناب ڈاکٹر شاہ عبدالسلام صاحب شعبۂ عربی لکھنؤ یونیورسٹی اور جناب نصرت ناہید صاحبہ اور بعض دوسرے حضرات کے تعاون سے زیر نظر کتاب کی شکل میں یہ شائع کر دیا گیا ہے۔ اصلاً یہ فارسی زبان میں تھا۔ جناب ڈاکٹر شاہ عبدالسلام صاحب نے اس کا اردو میں عمدہ ترجمہ کر کے اس کو اور مفید بنا دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ کاوش ایک اہم علمی خدمت ہے جس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

---

[۳۷]

تذکرہ مشاہیر غازی پور

جناب مولانا عزیز الحسن صدیقی صاحب

صفحات ۲۳۶، قیمت ۱۵۰/روپئے، طبع اول ۲۰۰۱ء

ملنے کا پتہ: دینیہ اکادمی زیر قلعہ غازی پور (یوپی)

فن تاریخ و تذکرہ خاص مسلمانوں کا ایجاد کردہ ہے۔ گو دوسری قوموں نے اس سے بڑا شغف و انہماک رکھا اور بڑے تصنیفی و تحقیقی کارنامے انجام دیئے تاہم یہ واقعہ ہے کہ جب یورپ میں داستانوں اور قصوں کو تاریخ سمجھا جاتا تھا، مسلمانوں نے اسے باقاعدہ علم کی حیثیت دے دی

تھی اور بے شمار علمی وتحقیقی اور تاریخی کارنامے انجام دیئے، لیکن آج دوسرے علوم وفنون کی طرح یہ بھی روبہ زوال ہے۔ضرورت ہے کہ اس سے بھرپور اعتناء کیا جائے۔

ہندوستان کے چپہ چپہ پر مسلمانوں کی تاریخ کے لازوال نقوش ثبت ہیں۔مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خود مسلمان بھی اپنی اس عظیم الشان تاریخ سے پوری طرح واقف نہیں۔اس لئے ضرورت ہے کہ ہندوستان کے مسلم عہد کی تہذیب وثقافت اور خاص طور سے مسلم آبادیوں اور ان کے قصبات ومواضعات کی تاریخ از سرنو مرتب کی جائے۔اس کام کی اہمیت کے پیش نظر اہل قلم کو اس کی طرف توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے۔زیر نظر کتاب کو اس سلسلہ کی ایک کڑی قرار دیا جاسکتا ہے۔

یہ کتاب غازی پور کے معروف اہل قلم اور عالم دین مولانا عزیز الحسن صدیقی صاحب کے قلم سے ہے جنھوں نے انتہائی تلاش وتفحص اور تحقیق وتدقیق کے ساتھ یہ تاریخ قلم بند کی ہے۔

اس میں مشرقی یوپی کے ضلع غازی پور، اس کے قصبات ومواضعات، معابد ومقابر وآثر کی تفصیل اور علم وادب کی خدمات اور اس ضلع کے مشاہیر علماء وفضلاء، ادباء اور جہاد وحریت کے پرستاروں کے حالات وسوانح اور ان کے عظیم الشان کارناموں کی تاریخ ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ غازی پور عہد قدیم ہی سے تہذیب وتمدن کا گہوارہ اور علم وفن کا مرکز رہا ہے۔

۳۳۶صفحات پر مشتمل اس تاریخ میں عہد قدیم سے اب تک کی سیاسی اور تہذیبی وتمدنی تاریخ آگئی ہے۔بلاشبہہ یہ ایک عظیم الشان کام ہے۔اس کے لئے فاضل مصنف کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔انھوں نے تحقیق وتدقیق کے بلند معیار اور مؤرخانہ اسلوب میں یہ کتاب لکھی ہے جس سے اس کی افادیت اور بڑھ گئی ہے۔

اس میں وہ رسالہ بھی شامل ہے جو غازی پور کی تاریخ پر نقش اول کی حیثیت رکھتا ہے۔تقریظ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ہے جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ ''مولانا عزیز الحسن صدیقی صاحب نے تذکرہ مشاہیر غازی پور کے نام سے ایک محققانہ، منصفانہ بصیرت افروز اور معلومات خیز تذکرہ مرتب کیا ہے جس کی ناچیز راقم کی نظر میں

ہندوستان کے مردم خیز قصبات بلکہ شہروں کے بارے میں بھی کم مثال ملتی ہے۔''

کتاب اہل علم کے لئے خاص طور سے اور غازی پور کے باشندوں اور اس کی تاریخ کے طالب علموں کے لئے یقیناً ایک بیش قیمت علمی ماٰخذ اور تحفہ ہے۔(ماہنامہ الرشاد فروری مارچ ۲۰۰۲ء)

---

[۳۸]

حکمائے اسلام

مولانا عبدالسلام ندویؒ

جلد اول: صفحات ۴۹۶، سنہ اشاعت ۱۹۵۳ء، جلد دوم: صفحات ۳۴۷
سنہ اشاعت ۱۹۵۶ء، ناشر: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں فلسفہ یونان کی تاریخ اور اس کے مآخذ، فلسفہ اشراق اور علوم عقلیہ کی مسلمانوں میں اشاعت کی مختصر تاریخ ہے جس میں اس کے قدیم مراکز کا مفصل تذکرہ ہے۔ پھر یعقوب کندی سے راغب اصفہانی تک کے کل ۲۴؍ اکابر حکمائے اسلام کے حالات زندگی اور ان کی علمی خدمات، فلسفیانہ ومتکلمانہ افکار ونظریات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، جس سے فلسفہ اسلام کے ساتھ فلسفہ یونان کی تاریخ بھی سامنے آجاتی ہے۔

دوسری جلد میں عمر خیام سے لے کر محمد بن عبدالکریم مہندس تک کے ۴۲؍ حکمائے اسلام کے مستند حالات وسوانح ان کے علمی کارناموں، نیز فلسفیانہ اصول ونظریات کا مفصل جائزہ لیا گیا ہے۔ آخر میں ہندوستان کے حکماء کے مختلف خانوادوں مثلاً فرنگی محل اور خیرآباد وغیرہ کے مشہور حکماء کے حالات اور ان کی کاوشوں کی تفصیل ہے۔

ان دونوں جلدوں سے فلسفہ اسلام کی عہد بہ عہد تاریخ سامنے آجاتی ہے۔ تاریخ علوم و

فنون اور تہذیب اسلامی کے ضمن میں فلسفہ اسلام کی تاریخ کی یہ بہترین کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اب تک اس موضوع پر کوئی اہم کتاب سامنے نہیں آسکی۔

---

(۳۹)

روضۃ الاولیاء

علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی

مترجم: پروفیسر نثار احمد فاروقی، طبع اول ۱۹۹۶ء، صفحات ۱۱۶، قیمت ۵۲ر روپے

ناشر: جامع العلوم فرقانیہ مسٹن گنج رام پور (یوپی) ۲۴۴۹۰۱

خاک ہند سے اٹھ کر رشک آسمان بننے والی شخصیات میں علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی خاص طور سے نمایاں ہیں۔ ان کی تصانیف مآثر الکرام، سرو آزاد، خزانہ عامرہ، انیس المحققین اور سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ہندوستان کی تاریخ کا قابل فخر سرمایہ اور معتبر و مستند ماخذ ہیں۔

زیر نظر کتاب بھی ان کی اسی طرح کی ایک کاوش ہے۔ اس میں انھوں نے خلد آباد مہاراشٹر کے دس جلیل القدر صوفیا و مشائخ کے مستند حالات و واقعات اور ان کی سماجی خدمات اور ان کے علمی کارناموں کی تفصیل قلم بند کی ہے۔ خلد آباد کی مختصر تاریخ اور اس کا جغرافیہ بھی تحریر فرمادیا ہے، جس سے اس کتاب کی حیثیت خلد آباد کی تاریخ کے ایک بنیادی اور معتبر ماخذ کی بھی ہوگئی ہے۔

یہ کتاب ۹۳-۱۸۹۲ء میں اورنگ آباد سے فارسی میں شائع ہوئی تھی۔ نامور محقق و دانشور اور اہل قلم پروفیسر نثار احمد فاروقی نے اس کے ایک معتبر نسخے کا عکس حاصل کیا اور اب اسے تصحیح متن اور ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔ جابجا مفید وضاحتی حواشی لکھ کر انھوں نے کتاب کی افادیت اور بڑھادی ہے۔ ترجمہ و تصحیح کے لئے فاضل مترجم کا نام ہی کافی ہے، اس مفید خدمت کے لئے اہل

دل اور اہل قلم دونوں کو فاروقی صاحب کا شکر گذار ہونا چاہئے۔

کتاب کی کتابت وطباعت بھی شاندار اور ٹائٹل دیدہ زیب ہے، اس کے لئے ڈاکٹر شعائراللہ خاں وجیہی کا بھی لوگوں کو ممنون ہونا چاہئے۔

---

(۴۰)

شیخان المقلب بہ عینان تجریان

جناب مولوی محبوب احمد صاحب

صفحات ۱۴۴۔ قیمت درج نہیں۔ سنہ اشاعت جون ۲۰۰۰ء۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ دارالمعارف ۶۶/۴ بخشی بازار الہ آباد ۳-۲۱۱۰۰۳۔ یوپی

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کا موجودہ دور میں تصوف وسلوک اور ارشاد ومعرفت میں ایک خاص مقام ومرتبہ ہے۔ ان فیض رساں ہستیوں سے اہل علم اور عامۃ الناس دونوں کو بڑا فائدہ پہنچا۔ زیرنظر کتاب میں انھیں دونوں بزرگوں کے حالات وسوانح، اخلاق وعادات وارشادات اور دوسرے اصلاحی کاموں کی تفصیل قلم بند کی گئی ہے۔ ان کی تصنیفات وتالیفات کے علاوہ ملفوظات وارشادات بھی پیش کئے گئے ہیں، حضرت پرتاب گڑھی کی عارفانہ شاعری پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ اگرچہ ان دونوں بزرگوں کے متعلق پہلے بھی اور تحریریں شائع ہوچکی ہیں لیکن اس جدید تذکرہ اسلاف سے دعوت وارشاد کی محفل زندہ وتابندہ ہوگئی ہے۔ کتاب کے حسن ترتیب وسلیقہ کے لئے اور نام نیک رفتگاں کی یاد کے لئے جناب مولوی محبوب احمد صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔

---

(۴۱)

علامہ شبلی اور مولانا ابوالکلام آزاد

جناب ابوعلی اثری مرحوم

مرتب: جناب ارشد علی انصاری صاحب

صفحات ۳۳۸، قیمت ۲۵/روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء

ملنے کا پتہ گہوارہ ادب، محلّہ کائستھ ٹولہ محمد آباد ضلع مئو، ۲۷۶۴۰۳، یوپی

ابوعلی اثری مرحوم علمی دنیا میں تعارف کے محتاج نہیں۔ وہ تاحیات دارالمصنّفین سے وابستہ رہے۔ سیکڑوں علمی، ادبی، سوانحی اور متعدد سیاسی مضامین لکھے، جوموقر علمی وادبی رسائل میں شائع ہوئے، جن کے دو مجموعے چند رجال اہل حدیث اور علامہ سید سلیمان ندوی، ندوۃ المحدثین گجرانوالہ سے شائع ہوئے۔

ابوعلی اثری مرحوم کو علامہ شبلی اور مولانا ابوالکلام آزاد سے خاص عقیدت تھی۔ ان دونوں کی عقیدت کا حق انھوں نے متعدد مضامین لکھ کر ادا کیا۔ زیرنظر کتاب انھیں مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس میں انھوں نے ذکر شبلی وآزاد، ان کی اہم تصنیفات وتالیفات اور علمی کمالات پر روشنی ڈالی ہے اور ان دونوں بزرگوں کے تعلقات اثرات اور فکر وفن کو بھی بیان کیا ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، دارالمصنّفین اور حبیب شبلی وغیرہ کا بھی ذکر مولانا آزاد کے تعلق سے آ گیا ہے۔ علامہ شبلی اور مولانا آزاد کے تعلق سے یہ ایک عمدہ اور بھرپور کتاب ہے۔ کتاب کے متعلق ڈاکٹر عبدالحق صاحب، ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی صاحب اور مولانا عمیر الصدیق ندوی صاحب کی گراں قدر تحریریں بھی شامل ہیں۔ ابوعلی اثری مرحوم کی خدمات پر بھی ایک گوشہ مخصوص ہے۔ اس کی ترتیب واشاعت کے لئے اثری مرحوم کے لائق صاحبزادے جناب ارشد علی انصاری صاحب

قابل ستائش ومبارکباد ہیں۔ عقیدت مندان شبلی وآزاد کے لئے یہ کسی اہم تحفہ سے کم نہیں۔ امید ہےاس کی بھرپور پذیرائی ہوگی۔

---

[۴۲]

علماء دیوبند اور مطالعہ مسیحیت

ڈاکٹر سفیر اختر صاحب

صفحات ۴۰۔ قیمت/۵۰ روپئے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۳ء

ناشر: دارالمعارف، لوہسر شرفو، واہ کینٹ (پاکستان)

اسلام اور اسلامی عقائد اور تعلیمات کے تحفظ وبقا کے لئے علماء دیوبند کی خدمات اور ان کی مساعی ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا انتہائی تابناک باب ہے۔ انگریزوں کے اقتدار کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کو مسیحی مشنریوں کے سخت حملوں کا ہدف بننا پڑا۔ چنانچہ علمائے اسلام نے اسلام کے تحفظ وبقا کا عظیم کارنامہ انجام دیا۔ ان میں علماء دیوبند، ان کے تلامذہ اور منتسبین کی خدمات نہایت اہم ہیں۔ انھوں نے تبلیغ واشاعت کے ساتھ مناظروں اور ردّ عیسائیت کے موضوع پر تصنیف وتالیف کے ذریعہ مشنریوں کے عزائم کو ناکام بنایا۔ زیرنظر کتابچے میں فاضل اہل قلم ڈاکٹر سفیر اختر صاحب نے اس کی تفصیل نہایت سلیقہ سے سپرد قلم کی ہے، جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ البتہ مولانا ثناء اللہ امرت سری کا ذکر حلقہ دیوبند میں کرنا صحیح نہیں۔ آخر میں ''میرٹھ ڈیویژن میں مسیحی مشن اور مسلمانوں کا رویہ'' کے عنوان سے مورخ دارالعلوم سید محبوب رضوی کی ایک تحریر نقل کی گئی ہے جس سے اس رسالہ کی افادیت دوچند ہوگئی ہے۔ تاریخ ہند کے اس باب کا مطالعہ افادیت سے خالی نہیں کہ آج مسیحیت کے ساتھ ہندتو بھی اسلام پر حملہ آور ہے۔

(ماہنامہ الرشاد اعظم گڑھ: دسمبر ۲۰۰۴)

[۴۳]

فقرائے اسلام

مولانا عبدالسلام ندوی

صفحات ۱۶۸، سنہ اشاعت ۱۹۲۵ء

ناشر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی پنڈی بہاء الدین، پنجاب

اس میں ان علمائے اسلام کے حالات وسوانح اور ان کے علمی وعملی اور دینی کارناموں کی مفصل تاریخ لکھی گئی ہے جنہوں نے علم وفضل کے بلند ترین مقام پر فائز ہونے کے باوجود فقر وفاقہ اور درویشانہ زندگی بسر کی۔ کتاب کا آغاز سید الفقراء شہنشاہ کونین جناب سرورعالم ﷺ کے مقدس ذکر سے ہوا ہے۔ آخر میں ادب لطیف پر فقرائے اسلام کے اثرات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے مولانا عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں:

> ’’اس میں جن علماء کے حالات درج کئے گئے ہیں، ان کے پڑھنے سے ان کو عبرت ونصیحت حاصل ہوگی جو اس زمانے میں علم ومذہب کے لئے مصائب کے برداشت کرنے سے جھجکتے ہیں اور یہی اس رسالے کے لکھنے کا مقصد ہے۔‘‘

اس کتاب کے لکھنے کا خیال مولانا عبدالسلام ندوی کے دل میں علامہ شہاب الملۃ والدین احمد بن علی الدجی کی کتاب الفلاکۃ والمفلوکون کے دیکھنے سے آیا تھا اور یہی کتاب فقرائے اسلام کا بنیادی ماخذ بھی ہے لیکن مولانا نے اس میں اس قدر اضافہ اور ترمیم وتنسیخ کی ہے کہ یہ خود ان کی ایک تالیف ہوگئی ہے۔ اس ترمیم وتنسیخ اور حذف واضافہ کی تمام تفصیلات فاضل

مصنف نے مقدمے میں درج کر دی ہیں ۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر انفرادیت رکھتی ہے۔اب اس موضوع پر کچھ اور کتابیں بھی شائع ہوگئی ہیں تاہم اس کی اہمیت اب بھی قائم وباقی ہے۔

---

[۴۴]

گلشن قلندریہ

جناب شاہ ظفر الیقین صاحب، ایم۔اے

صفحات ۴۰۷، قیمت ۱۰۰/ روپے، سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء، ملنے کا پتہ: مدرسہ قادریہ

قلندریہ شمسیہ نزد آستانہ حضرت بینا دل قلندر جیل کے پیچھے شیخ پور، جونپور (یوپی)

سلسلۂ قلندریہ کے بزرگوں کے اس تذکرے میں اس سلسلہ کے صدر نشیں حضرت مخدوم قطب الدین بینا دل جونپوری اور حضرت شاہ فتح محمد قلندرؒ اور بعض دوسرے بزرگوں کے حالات وسوانح اور اصلاح وتزکیہ کے واقعات قلم بند کئے گئے ہیں۔ لائق مصنف شاہ ظفر الیقین صاحب جو اسی قلندریہ خانوادے کے صالح وسعید فرزند ہیں۔انھوں نے بڑی تلاش وتفحص اور سلیقہ مندی سے اپنے اسلاف کے حالات اور کارناموں کی یہ تفصیلات جمع کی ہیں۔اس کے لئے وہ ستائش کے مستحق ہیں۔ان کی تلاش وتحقیق کا اندازہ اس شجرۂ نسب سے بھی لگایا جاسکتا ہے جو انھوں نے کتاب میں درج کیا ہے۔امید ہے کہ آئندہ بھی وہ اس سلسلے کے دوسرے بزرگوں کے حالات وواقعات قلم بند کریں گے۔

---

[۴۵]

ملاقاتیں

ڈاکٹر سید عبدالباری صاحب (شبنم سبحانی)

صفحات ۳۱۲۔ قیمت/۱۴۵ روپے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۳ء شائع کردہ: انسٹی ٹیوٹ آف

آبجکٹیو اسٹڈیز: ۶۲۔ جوگا بائی ایکس ٹینشن جامعہ نگر نیو دہلی ۱۱۰۰۲۵

نامور اہل قلم، ادیب، انشاء پرداز، نقاد اور شاعر جناب ڈاکٹر سید عبدالباری شبنم سبحانی صاحب ایک عرصے سے مسلسل سرگرم عمل ہیں۔ ان کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ زیر نظر کتاب ان کی تازہ پیش کش ہے۔ یہ اصلاً بیسویں صدی کی چند ممتاز شخصیات کے انٹرویو پر مشتمل ہے جو موصوف نے دوام اور دوام نوٹانڈہ کی ادارت کے زمانہ میں کئے تھے۔ اس کتاب میں جن شخصیات کے انٹرویوز شامل ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) ڈاکٹر سید محمود (۲) ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی (۳) جناب محمد اسماعیل (۴) بیرسٹر یاسین نوری (۵) مولانا عبدالماجد دریابادی (۶) قاری محمد طیب صاحب (۷) مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی (۸) بدرالدین طیب جی (۹) محمد مسلم صاحب (۱۰) مولانا ابواللیث اصلاحی (۱۱) مفتی فخرالاسلام (۱۲) مولانا صدرالدین اصلاحی (۱۳) الحاج ذوالفقاراللہ (۱۴) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔

ناموران ہند کے انٹرویوز پر مشتمل یہ کتاب انتہائی معلومات افزاء ہے۔ اس سے نہ صرف ان کے ابتدائی حالات، تعلیم وتربیت اور میدان عمل کے بارے میں معلومات فراہم ہوتے ہیں، بلکہ بیسویں صدی کے ہندوستان کے حالات بالخصوص مسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی کی تاریخ سامنے آجاتی ہے۔ غلامی کے تکلیف دہ حالات، آزادی کی جدوجہد، مسلمانوں کی پستی وزبوں حالی اس کے تدارک کے لئے کی جانے والی کوششیں، ملک کی نازک صورت حال، آزادی، تقسیم

اور پھر اس کے بعد کے کربناک حالات، مسلمانوں کی جدو جہد، ان کی تنظیمیں، مسلم لیگ، جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت، مجلس مشاورت، مسلم مجلس وغیرہ کے بنا و تاسیس، کامیابی و ناکامی، اس کے اسباب، ممتاز شخصیات کے کارنامے غرض اس کتاب میں بیسویں صدی کے ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ کا شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جو پوشیدہ رہ گیا ہو۔ مسلمانوں کے تعلیمی اداروں دیوبند، ندوہ، علی گڑھ اور بعض دوسرے اداروں کا بھی ذکر ہے۔

ہر انٹرویو سے پہلے فاضل مرتب نے ایک تعارفی نوٹ قلم بند کیا ہے جس میں مذکورہ شخصیت کا ایک جامع مرقع کھینچ دیا ہے چونکہ فاضل مصنف کا اسلوب نگارش انتہائی شستہ، شگفتہ اور سنجیدہ و متین ہے اس لئے کتاب کا حرف حرف پڑھے بغیر رہا نہیں جا سکتا۔

بظاہر یہ انٹرویوز ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ ان کی حیثیت دستاویز کی ہے۔ ان قیمتی اور سیر حاصل معلومات پر مشتمل انٹرویو کا مطالعہ ہر شخص یا بالخصوص خواص کے لئے بے حد مفید ہوگا کہ اب مسلمانوں کی رہنمائی انھیں کے ہاتھوں میں ہے اور ظاہر ہے ماضی کے تلخ تجربات بھی روشن مستقبل کی بہترین تعمیر کا سبب بن جاتے ہیں۔

جناب عبدالباری صاحب کی یہ کاوش ان کے اخلاص اور دردمند دل اور سوز نہاں کی آواز ہے، وہ ضعف اور پیرانہ سالی کے باوجود قوم و ملت کی فلاح اور کامیابی کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ یقیناً ان کی یہ آواز مؤثر ہوگی۔

کتاب کی قیمت مناسب ہے۔ ناشر کے پتے سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

(ماہنامہ الرشاد مارچ اپریل ۲۰۰۵ء)

تصوف

[۴۶]

اخلاق سلف

مقدمہ: حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات ۲۴۰، قیمت ۱۰۰/روپئے، سنہ اشاعت طبع دوم، ۲۰۰۴ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ دارالمعارف بی ۶۳۹، وصی آباد، الہ آباد (یوپی) ۲۱۱۰۰۳

اخلاقی زوال اور اسلامی اقدار کی پامالی کے اس دور میں ضروری ہے کہ ہم اپنے اخلاق و عادات کو سنواریں اور خود کو دوسری قوموں کے سامنے بطور نمونہ پیش کریں۔ یہ وقت کا ایک اہم تقاضہ ہے۔ اس کے لئے علماء و مفکرین اور مصلحین امت نے ہر دور میں کوششیں کیں۔ زیرنظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، اس میں سلف کے اقوال وافعال کے حوالے سے زندگی کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں کے اخلاق وعادات کو بنانے سنوارنے اور زندگی میں روشنی اور تابنا کی پیدا کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ یقیناً اسلاف کی عملی زندگی میں ہمارے لئے بڑا درس وعبرت ہے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر ہم زندگیاں سنوار سکتے ہیں۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے یہ کتاب شائع کی گئی ہے۔ یہ اصلاً شیخ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب تنبیہ المغترین کی تلخیص اور ترجمہ ہے۔ اس کا مقدمہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھیؒ کے بابرکت قلم سے ہے۔ امید ہے کہ اس سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا۔

(الرشاد: جولائی اگست ۲۰۰۵ء)

---

[۴۷]

تصوف کی اجمالی تاریخ

اور اس پر نقد و بحث

مولانا عبدالسلام ندوی

صفحات ۱۲۸۔ قیمت ۱۰۰ روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۶ء

ناشر: مولانا عبدالسلام ندوی فاونڈیشن ۸/ پہلا منزلہ ہندوستان بلڈنگ ۱۰/۲ ٹی پی

اسٹریٹ ممبئی ۴۰۰۰۰۴

مولانا عبدالسلام ندوی تصوف کی ایک مفصل تاریخ لکھنا چاہتے تھے مگر دوسری مصروفیات نے اس کا موقع نہیں دیا تاہم انھوں نے ماہنامہ معارف میں تصوف کی اجمالی تاریخ کے عنوان سے ایک سلسلہ مضامین شروع کیا جو سات قسطوں میں پایہ تکمیل کو پہنچا، چھ قسطیں اپریل تا اکتوبر ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئیں ساتویں قسط جنوری ۱۹۴۶ء میں شائع ہوئی، اس میں تصوف کی اجمالی تاریخ اوراس کے ارتقاء اور بعض خصوصیات وغیرہ کو قلم بند کیا گیا ہے آخر میں علوم وفنون پر تصوف کے اثرات کی نشاندہی کی گئی ہے۔انھیں مضامین کو جناب محمد ہارون اعظمی نے سلیقہ سے جمع کر کے پروفیسر کبیر احمد جائسی کے مقدمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔تصوف کے موضوع پر یہ ایک بڑی اہم اور معتدل کتاب ہے۔افراط وغلو سے اجتناب اس تحریر کی بڑی خوبی ہے۔موافقین ومخالفین تصوف دونوں کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔

---

(۴۸)

کلمات اکابر

مولانا محمد اسحاق بنارسیؒ

صفحات ۱۴۸، قیمت پچاس روپے۔ سنہ اشاعت طبع چہارم ۲۰۰۴ء

ملنے کا پتہ: مفتی اکیڈمی (جے ۲۰/۵ ای) امان اللہ پورہ آزاد پارک بنارس (یوپی)

زندگیوں میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے سیرت وسوانح کی طرح اکابر امت، صلحاء صوفیاء اور مشائخ کے اقوال زریں بھی نہایت مفید ہوتے ہیں۔ زیرنظر کتاب میں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق نہایت مفید اور لائق عمل اقوال وارشادات اور ملفوظات کو سلیقے سے جمع کر دیا گیا ہے۔ اس کا آغاز کلام الٰہی اور ارشادات نبویؐ سے کیا گیا ہے۔ اس کے بعد خلفائے راشدین، تابعین اور دوسرے صلحائے امت اور مشائخ عظام کے علمی، دینی، اخلاقی، اصلاحی اقوال وارشادات نقل کئے گئے ہیں۔ صاحب اقوال کے مختصر حالات وکمالات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس کی افادیت سے کس کو انکار ہوسکتا ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب کی چوتھی اشاعت ہے۔ یہ ہر لحاظ سے مفید اور لائق استفادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی قبر کو نور سے بھر دے۔

---

[۴۹]

گلدستۂ اذکار

جناب مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی

صفحات ۳۹۲، قیمت ۱۲۰/روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ دارالمعارف بی/۶۳۹ وصی آباد، الہ آباد، (یوپی)

الرشاد کے صفحات میں جناب مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی کی متعدد کتابوں مثلاً اقوال سلف اور وصیۃ الآداب وغیرہ کا ذکر آچکا ہے۔ مولانا موصوف قوم وملت کی ہمدردی کا بے پناہ جذبہ رکھتے ہیں اور اس کی اصلاح وترقی کے لئے برابر فکرمند رہتے ہیں۔ زیرنظر کتاب کی تالیف کا مقصد بھی یہی ہے۔ اس میں اخلاص نیت اور اوراد واذکار کی فضیلت، اکابر اور مشائخ کے معمولات وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ مولانا نے اس کے تعارف میں لکھا ہے کہ ''یہ چند دعائیں جو روزمرہ کے لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں، حدیث کی معتبر کتابوں سے انتخاب کر کے اس مقام میں درج کر دی گئیں تا کہ مسلمان ان کو یاد کریں اور اپنے لڑکوں کو یاد کرائیں اور اس کو پڑھ کر نفع دارین اٹھائیں۔ اس کے فضائل واسرار بخوف طوالت یہاں درج نہیں کئے گئے۔ عاشقان محمدی کو اتنا کافی ہے کہ یہ وہ پھول ہیں جن میں گلزار نبوت کی بہار ہے۔ یہ وہ جوہر ہیں جن کا معدن احادیث رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

دعاؤں کا یہ مجموعہ عوام وخواص دونوں کے لئے مفید اور نافع ہے۔

تعلیمات

[۵۰]

التربیۃ الاستقلالیہ

مترجم: مولانا عبدالسلام ندوی

سنہ اشاعت ۱۹۲۶ء، صفحات ۳۰۷، ناشر: ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ

مولانا عبدالسلام ندوی نے بہت سی عمدہ کتابوں کے افادیت کے پیش نظر ترجمے کئے۔ یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، یہ اصلاً الفونس ایکروس کی کتاب ''انیسویں صدی کا امیل'' کے عربی ترجمے کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں اولاد کی تعلیم وتربیت اور اس کے صحیح طریقہ پرورش وپرداخت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ فلسفۂ تعلیم پر بھی بحث کی گئی ہے۔ مولانا عبدالسلام ندوی نے شروع میں ایک طویل اور شاندار مقدمہ سپرد قلم کیا ہے، جس میں قدیم وجدید تعلیمی افکار و نظریات کے نقائص پر بحث وتحقیق ہے۔

۳۰۷ رصفحات پر مشتمل یہ کتاب نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن شروانی کی خواہش پر مولانا عبدالسلام ندوی نے اردو میں منتقل کی اور انہی کے اہتمام میں طبع ہوئی۔ مسلمانوں کی علمی وتعلیمی پسماندگی کے پس منظر میں یہ کہنا کہ اس کی اشاعت سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ پہنچا اور اب بھی یہ اسی درجہ مفید اور کارآمد ہے غلط نہیں ہوگا۔

---

[۵۱]

تعلیمی مسائل

جناب محمد اسحاق صاحب

سنہ اشاعت ۱۹۹۳ء، صفحات ۱۷۴، قیمت ۵۰ر روپے

ملنے کا پتہ: الکتاب ۱۱۱ میور کشل گن فاؤنڈری، حیدرآباد نمبر ۱، ایم، پی

جناب محمد اسحاق صاحب آندھرا پردیش کے کالجز آف ایجوکیشن کے پرنسپل رہ چکے ہیں۔ ان کو تعلیم اور اس کے مسائل سے اس لئے دلچسپی اور واقفیت ہے کہ ان کی پوری زندگی اسی میدان میں گزری ہے۔ انھوں نے اپنے تجربات کو قلم بند کیا ہے۔ ان کے تعلیمی مضامین مختلف رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں اور ملک کے متعدد ماہرین تعلیم نے ان کو قدر کی نظر سے دیکھا ہے۔ زیر نظر کتاب ان کے اسی قسم کے ۲۷ر تعلیمی مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس میں انھوں نے تعلیم کے مختلف النوع مسائل کو پیش کر کے ان کے اسباب و عوامل کی نشاندہی کی ہے اور ان کا حل بھی پیش کیا ہے۔

فاضل مصنف نے ابتدائی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ کر کے معیاری اسکول، اچھے اساتذہ، اچھا ماحول، کوچنگ سینٹرس، لڑکیوں کی تعلیم، اور تعلیم میں ہوم ورک کی ضرورت و افادیت پر مؤثر اور عمدہ انداز میں روشنی ڈالی ہے، اس کتاب میں نہ صرف ان مسائل کا تذکرہ ہے بلکہ سرسید احمد خاں کے پیام، دینی تعلیمی کونسل کے کام، وزیر اعظم کا ۱۵ر نکاتی پروگرام اور تعلیمی منصوبہ بندی وغیرہ موضوعات پر بھی خامہ فرسائی کی گئی ہے، اس کے علاوہ جدید تعلیمی مسائل کے حل میں اسلامی نظریہ تعلیم کی بڑی خوبی سے وضاحت کر دی گئی ہے۔ ان خوبیوں کی وجہ سے مسلمان بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان سے متعلقہ مسائل پر یہ ایک اچھی اور مؤثر کتاب بن گئی ہے، اس کتاب کا مطالعہ ہر شخص خصوصاً تعلیم کے ذمہ داروں کو ضرور کرنا چاہئے۔

کتاب میں زبان و بیان کی کچھ خامیاں ہیں، لیکن لائق مؤلف کی فکر صحیح، پرخلوص جذبہ اور طرز استدلال سے یہ کمی محسوس نہیں ہوتی۔ دعا ہے اسے حسن قبول نصیب ہو۔

---

[۵۲]

رہنمائے مطالعہ ومضمون نگاری

جناب مولانا مفتی جمیل احمد نذیری صاحب

صفحات ۱۰۴، قیمت ۳۵/ روپئے، سنہ اشاعت نومبر ۱۹۹۵ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ صداقت مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی، ۲۷۶۴۰۴

جناب مولانا مفتی جمیل احمد نذیری معروف عالم اور درجنوں کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی متعدد تصانیف قبولیت عام حاصل کر چکی ہیں۔ ان کی ادارت میں مبارک پور سے مجلّہ ندائے فضلاء بھی نکل چکا ہے۔ جس کا مقصد مدارس عربیہ کے نوجوان فضلاء کی تصنیفی وتالیفی تربیت کرنا تھا۔ زیرنظر کتاب بھی اسی مقصد کے تحت وجود میں آئی ہے۔

اس میں مفتی صاحب نے مطالعہ اور اس کی اہمیت وافادیت، مختلف موضوعات پر مضمون نگاری کے اصول وضوابط، تحقیق اور ریسرچ کے طور طریقے، رموز وعلامات کی نشاندہی اور حوالہ نقل کرنے کے طریقے کو عام فہم انداز میں سلیقے سے اس طرح تحریر کیا ہے کہ نوجوان قلم کاروں کو آسانی سے مضمون نگاری آ جائے، اس کے لئے مصنف نے متعدد خاکے بھی پیش کئے ہیں، چند اہم ادیب وانشاء پرداز اور مصنّفین کے تجربوں اور مشاہدوں کو بھی نقل کیا ہے تاکہ طلبہ اس سے رہنمائی حاصل کر سکیں۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر نئی نہیں ہے بلکہ پہلے بھی اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں، مثلاً مولوی سید امیر حسن نورانی کی کتاب اردو انشاء پردازی، ڈاکٹر محمد عارف کی گلدستہ

مضامین وانشاء پردازی، گیان چندجین کی تحقیق کا فن، رشید حسن خاں کی ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ، نورالاسلام صدیقی کی ریسرچ کیسے کریں وغیرہ۔ فاضل مصنف نے ان میں سے بعض کتابوں سے استفادہ بھی کیا ہے۔ انھوں نے مطالعہ اور مضمون نگاری کے بنیادی اصول وضوابط کے ایک ایک جزو کو بڑی صراحت سے نوجوان فضلاء کی ذہنی ونفسیاتی حیثیت کو سامنے رکھ کر اس طرح بیان کیا ہے کہ اگر طلبہ اس کی طرف توجہ دیں تو انشاءاللہ تصنیف وتالیف اور انشاء پردازی کی دولت ان کے حصہ میں آسکتی ہے۔ نوجوان فضلاء کو چاہئے کہ اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔

---

[۵۳]

سرسید وایم، اے، او کالج اور دینی ومشرقی علوم

جناب ڈاکٹر ظفرالاسلام اصلاحی صاحب

صفحات ۱۵۲۔ قیمت ۶۰/ روپے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء

ملنے کا پتہ: اسلامک بک فاؤنڈیشن ۱۷۸۱ حوض سوئیوالان، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۲

سرسید احمد خاں علیہ الرحمہ اور ان کی تعلیمی تحریک کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ وہ جدید تعلیم کے حامی اور غالی تجدد پسند تھے اور ان کی تمام تر کوششیں اور کاوشیں جدید تعلیم ہی کے لیے تھیں لیکن اس کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہوگیا، حقیقت یہ ہے کہ وہ جدید علوم کی تحصیل کے ساتھ قدیم اور مشرقی علوم کی ترویج وترقی اور اس کے فروغ واشاعت کے زبردست حامی تھے، وہ قدیم مشرقی طرز تعلیم کے پروردہ بھی تھے، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ایم اے او کالج میں دینی ومذہبی رنگ پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی، وہ دینی مدرسوں کی اہمیت اور ان کے نظام تعلیم وتربیت اور نصاب درس کو بھی ضروری خیال کرتے تھے، البتہ اس سلسلے میں جدید اور

ضروری عصری تقاضوں کے پیش نظر بعض کمیوں کی اصلاح چاہتے تھے، دینی اور مشرقی علوم کے ساتھ ان کی دلچسپی اور توجہ کم اہمیت کی حامل نہیں۔ زیر نظر کتاب میں اسی فراموش داستان کو تازہ کرتے ہوئے سر سید احمد خاں اور ایم اے او کالج کی دینی و مذہبی خدمات اور مشرقی علوم و آداب کی ترویج و ترقی میں ان کے نمایاں اور اہم کردار کی بڑے سلیقے سے اور انتہائی تلاش و تفحص کے ساتھ تفصیل پیش کی گئی ہے۔

سات ابواب پر مشتمل اس کتاب میں دینی و مشرقی علوم سے سر سید کی واقفیت اور شفقت وانہماک ایم اے او کالج کی مذہبی سرگرمیاں مدارس اور اس کے نصاب تعلیم کی اصلاح کی سر سید کی کوششوں کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے، آخری دو مضامین میں سر سید و ایم اے او کالج اور معاصر دینی مدارس کے باہمی روابط اور مولانا تھانوی، سر سید اور ایم اے او کالج کو موضوع بحث بنایا گیا ہے، فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ ایم اے او کالج جدید تعلیم کا مرکز ہونے کے باوجود اس کے مزاج میں دین و مذہب کا خمیر بھی برابر کا شامل تھا اس ضمن میں مولانا تھانوی کو صرف سر سید کے بعض عقائد سے اختلاف تھا، ان کی تعلیمی تحریک سے انھیں کوئی کدورت نہ تھی، ان آخری ابواب سے مذہبی علوم و افکار اور مذہبی شخصیات سے سر سید کی دلچسپی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

موضوع کی اہمیت اور ماخذ و مصادر کی فہرست اور حوالہ جات سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاضل مصنف کی نظر سر سید تحریک پر بڑی وسیع و عمیق ہے اور یہ کتاب ان کے وسیع مطالعے و تجزیے کا نتیجہ ہے اس کے لئے فاضل محقق جناب ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی صاحب قابل ستائش ہیں۔

---

[۵۴]

مغربی فلسفہ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ

پروفیسر سید محمد سلیم صاحب

صفحات ۲۰۸، قیمت ۴۰ روپئے، ملنے کا پتہ: مرکزی مکتبہ اسلامی ۱۳۵۳ چتلی قبر دہلی ۶

اس کتاب میں مغربی فلسفہ تعلیم کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ تعلیم وتربیت زندگی کا ایک نہایت اہم عنصر ہے اور اس سے قوموں کے عروج وزوال اور کامیابی وناکامی کا راز وابستہ ہے، اس لئے اس کی اہمیت کبھی علماء وفضلاء اور دانشوروں سے مخفی نہیں رہی لیکن تعلیمی نظریات اور اصول تعلیم کا مسئلہ ہمیشہ دانشوروں کے یہاں موضوع بحث رہا۔ اسلام کی سماجی زندگی میں اس کی جو اہمیت ہے وہ قرآن وحدیث کی صریح ہدایات کی روشنی میں واضح اور نمایاں ہے۔ اسلام نے دنیا کو ایک دستور حیات دیا ہے۔ اس میں اصول تعلیم سے مقاصد تعلیم تک کی ایسی وضاحت کردی ہے جو ابدی ودائمی اور ناقابل ترمیم وتنسیخ ہے۔ البتہ یورپ اس سلسلہ میں پریشان خیالی کا شکار رہا اور کبھی یہ نہ طے کرسکا کہ اصول تعلیم اور مقصد تعلیم کیا ہو، مختلف لوگوں کی مختلف آراء رہیں، چنانچہ اس کے نتیجہ میں مفکرین وماہرین تعلیم مغرب کے یہاں زبردست اختلاف رہا۔ اس کتاب میں پروفیسر سید محمد سلیم صاحب نے انھیں پریشان خیالی اور تعلیمی نظریات اوراس کے نتائج کو پیش کرکے ان کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور یہ دکھلایا ہے کہ یورپ انسانی تعلیم کے لئے کبھی کوئی واضح نقطۂ نظر یا موقف اختیار نہ کرسکا اور ماہرین تعلیم مغرب نے جو اصول تعلیم یا مقاصد تعلیم مختلف زمانوں میں طے کیے وہ معاشرے کو بنانے میں معاون نہ ہوسکے، البتہ اس سلسلہ میں ان کی محنت وکارکردگی سے انکار نہیں، چونکہ یورپ کی تمام تعلیمی وترقیاتی کوششوں کا نقطہ اسلام دشمنی تھی اس

لئے ان کی کوششیں بھی رائگاں گئیں اور مثبت کردار ادا نہ کرسکیں اور شاید اس وقت تک نہ ادا کرسکیں جب تک حق و باطل میں صحیح فرق و امتیاز کے لئے وسیع الذہن نہ ہو جائیں۔

یہ کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے حرف آغاز میں مصنف نے سبب تالیف بیان کیا ہے پھر پہلے باب کی ابتدا کی ہے اور اس میں یورپ کے کلیسائی معاشرے کی تعلیمات کا جائزہ لیا ہے۔ دوسرے باب میں لادینیت (Seculerism) کے آغاز وارتقاء پر روشنی ڈالی ہے، جس میں تحریک اصلاح، سائنسی تحقیقات کے طریقۂ کار اور اہل کلیسا کے سائنس دانوں سے تصادم کا ذکر ہے۔ فاضل مصنف نے تیسرے باب میں لادینی نظریہ تعلیم کے آغاز وارتقاء پر اظہار خیال کیا ہے اور اس تحریک کے ابتدائی خطوط اور نتائج پر بھی تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ پھر چوتھے باب میں لادینیت کے فکری نظام پر بحث کی ہے۔ پانچویں باب میں لادینی تحریک اور اس کے نظام و نظریات میں جو تزلزل پیدا ہوا اور معاشرے کو اس سے جو نقصان پہنچا اس کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ چھٹے باب میں تعلیم گاہوں میں لادینی تحریک کے غلبہ کا ذکر ہے اور مصنف نے لکھا ہے کہ تعلیم و تربیت کو ہر اعتبار سے لادینی نظریات کے مطابق ڈھال دیا گیا ہے۔'' اسی باب میں ہندوستان میں مغربی نظام تعلیم کے مقصد کے متعلق لکھا ہے کہ میکالے نے ہندوستان میں جو نظام تعلیم رائج کیا اس کا مقصد حکومت کو کاروبار حکومت چلانے کے لئے کلرک فراہم کرنا تھا۔ دنیا میں شاید ہی کسی نے نظام تعلیم کا مقصد اتنا پست مقرر کیا ہو۔ (ص ۱۷۱) ساتویں باب میں اہل مغرب کے مقاصد تعلیم کا بیان ہے اور آخری یعنی نویں باب میں دور جدید میں اسلامی نظریہ تعلیم اور اس کی برکتوں اور سعادتوں کا ذکر کیا ہے۔ آخر میں مصنف نے کتابیات بھی دے دی ہے۔ غرض یہ کتاب مغربی فلسفہ تعلیم کا نہایت عمدہ جائزہ ہے اور اپنے موضوع پر یہ سب سے عمدہ کام ہے، اس کیلئے فاضل مصنف پروفیسر محمد سلیم صاحب کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب مفکرین مغرب اور مقلدین مغرب دونوں کو غور و فکر پر مجبور کرے گی، خدا اسے حسن قبول بخشے۔

---

[۵۵]

ہندوستان میں مدارس عربیہ کے مسائل

جناب مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب

طبع اول ۱۹۹۵ء، صفحات ۱۶۰۔ قیمت ۵۰/ روپے

ملنے کا پتہ: ادارہ علم وادب سی ۱۱۳۰/۴ سرسید نگر (سول لائنس) علی گڑھ، یوپی

ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم کی اصلاح اوراس کو بامقصد اور فعال بنانے کی جانب ایک صدی قبل سب سے پہلے علامہ شبلی نے توجہ دلائی تھی۔ اس وقت سے لے کر آج تک اہل علم ودانش اور ہمدردان قوم برابراس کوشش میں مصروف ہیں کہ ان مدارس کواور زیادہ ثمرآور کس طرح بنایا جائے۔ زیرنظر کتاب بھی اسی کوشش کا ایک حصہ ہے۔

فاضل مصنف مولانا سلطان احمد اصلاحی اس موضوع پر متعدد مواقع پر مضامین ومقالات کے ذریعہ اپنے خیالات پیش کر چکے ہیں۔اس کتاب میں اس قسم کے سات مضامین شامل کئے گئے ہیں۔ ان میں ہندوستان کی تعلیمی تحریکات اورعلی گڑھ، دیوبند، ندوہ اور مدرسۃ الاصلاح و جامعۃ الفلاح جیسے تعلیم اداروں کا ذکر ہے۔ان کا مختصر تعارف ،نصب العین اوران کی کامیابی و ناکامی پر تنقیدی تبصرہ کی شکل میں ہے، بعدازاں ان مقاصد کے حصول کے لئے جوان تحریکات کے پیش نظر تھے،مفید مشورے دیئے ہیں۔ایک مضمون میں مدارس کے تعلیمی،تربیتی اورانتظامی مسائل پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ نیز نصاب تعلیم پر از سرنو غور خوض اوراس کی تیاری،علوم کی صحیح درجہ بندی اور کتابوں کے بجائے فن پر توجہ دینے کا مشورہ دیا ہے اور اختصاص کی ضرورت کے ساتھ انھوں نے عربی زبان کوذریعہ تعلیم بنانے کی اہمیت وافادیت بھی واضح کی ہے، تعلیم کے علاوہ تربیت کے پہلو پر بھی ان کی نظر ہے۔ چنانچہ دارالاقامہ کے مسائل،لباس، وضع قطع اور غیراقامتی

طلبہ کے مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں اور مصنف نے بعض مفید مشورے بھی دیئے ہیں۔ انتظامی امور میں اساتذہ وانتظامیہ کو بلند نظری کا مشورہ دیا گیا ہے۔ ایسے مسائل پر بھی اظہار خیال ہے جن پر عموماً خاموشی اختیار کی جاتی ہے مثلاً مدارس میں بھرپور جمہوری نظام، اسٹاف کے مسائل، اساتذہ وطلبہ کی چندہ وصولی کی مہم میں شرکت وغیرہ، مسلکی تعلیم اور سائنسی تعلیم کے مسائل کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ ایک مضمون میں مدرسۃ الاصلاح (سرائے میر) کی علمی ودینی اور سماجی خدمات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے، آخری مضمون سابقہ مضامین کا خلاصہ ہے۔

اپنے موضوع پر یہ کتاب ذمہ داران مدارس کے لئے یقیناً بڑی مفید اور کارآمد ہے لیکن چند تصنیفی کمیاں بھی درآئی ہیں گو وہ لکھاڑ اہل قلم ہیں لیکن اس کتاب میں تکرار اور ان کا تضاد بیانی کا اسلوب نگارش بڑا ناہموار اور درشت ہے۔ وہی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو اکثر نامانوس ہیں، چند لفظوں میں کہی جانے والی بات کے لئے کئی کئی سطروں کا سہارا لیا گیا ہے، بعض جملے اس قدر طول طویل ہیں کہ ان کا سمجھنا کارے دارد مثلاً ص ۳۹ ملاحظہ فرمائیں۔ حواشی بے ضرورت اور طول طویل ہیں۔ شبلی وسرسید کے ضمن میں حیات جاوید اور حیات شبلی کا ذکر اور شبلی کے تبصرہ کتاب المناقب کی روشنی میں حیات شبلی کا موازنہ غیر ضروری اور ناموزوں ہی کہا جائے گا۔ بہرحال اصل موضوع کے لحاظ سے یہ کتاب مفید اور لائق مطالعہ ہے۔

حدیث ومتعلقات

[۵۶]

خدمت حدیث میں خواتین کا حصہ

مولانا مجیب اللہ ندویؒ

صفحات ۸۲، سنہ اشاعت ۱۹۹۴ء ناشر ندوۃ التالیف والترجمہ

جامعۃ الرشاد رشاد نگر، اعظم گڑھ

علم حدیث میں محدثین عظام کے کارنامے اظہر من الشمس ہیں۔ البتہ خواتین اسلام نے اس علم کی نشونما اور آبیاری میں کس قدر حصہ لیا، اس موضوع پر کچھ نہیں لکھا گیا تھا۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے ''ہندوستان میں علم حدیث'' کے عنوان سے ایک مفصل مضمون لکھا ہے۔ اسی نہج اور اسی انداز پر حضرۃ الاستاذ مولانا مجیب اللہ ندوی نے خواتین کی خدمت ومساعی حدیث کا عہد بہ عہد تعارف کراتے ہوئے ایک طویل سلسلہ مضامین ماہنامہ معارف میں لکھا۔ اس میں ام المومنین حضرت عائشہؓ سے لے کر دسویں صدی ہجری تک کی ممتاز خواتین اسلام کے حالات اور ان کی محدثانہ خدمات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ یہ اپنے موضوع پر پہلی کاوش تھی اس لئے بے حد پسند کی گئی۔ اسی کو اب حضرت مولانا نے کتابی صورت میں شایع کیا ہے۔

[۵۷]

روایت ودرایت-ایک تجزیاتی مطالعہ

جناب ڈاکٹر محمد سلیم قاسمی

صفحات ۲۵۵۔ قیمت/۱۵۰ روپئے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۴ء

ملنے کا پتہ: شعبۂ سنی دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ (یوپی)

جناب ڈاکٹر محمد سلیم قاسمی صاحب استاذ شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ دیوبند کے لائق فرزند اور علی گڑھ کے فیض یافتہ ہیں۔ انھوں نے جدید وقدیم دونوں دریاؤں سے اپنی پیاس بجھائی ہے، علوم دینیہ بالخصوص علم حدیث پر ان کی گہری نظر ہے۔ اس کا انھوں نے گہرائی اور باریک بینی سے مطالعہ کیا ہے۔ زیر نظر کتاب اس کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہے۔

روایت ودرایت پر بحث وتحقیق کا آغاز تدوین حدیث کے ابتدائی دور میں ہوا اور پھر مسلسل محدثین اور اہل علم کے یہاں یہ ایک اہم موضوع رہا۔ اس کے اصول وضوابط اور دوسرے امور پر متعدد کتابیں قلم بند کی گئیں، البتہ اردو میں اس موضوع پر خاطر خواہ کام نہیں ہوا۔ مقدمہ سیرۃ النبی میں شبلیؒ نے جو کچھ لکھا تھا اس سلسلے کو مولانا محمد تقی امینی نے آگے بڑھایا۔ زیر نظر کتاب کو اس سلسلے کی ایک مضبوط کڑی قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس میں انھوں نے روایت ودرایت حدیث کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں پر بحث وتحقیق پیش کی ہے۔ روایت ودرایت کی تعریف، معنیٰ ومفہوم، تاریخ تدوین حدیث اور اس سلسلے کی عہد نبوی، صحابہ اور تابعین کی کاوشوں کے ذکر کے ساتھ وضاعین حدیث اس کے اسباب، انسداد، اس سلسلے میں محدثین کے کارنامے، علم مصطلح الحدیث اور دوسرے علوم الحدیث، اسماء الرجال وغیرہ کی

تفصیل ہے۔اسی طرح درایت کے معنیٰ ومفہوم، اس کے اصول وضوابط، موضوع روایات کے سلسلے میں درایت کے اصول، محدثین اور مستند کتب حدیث کی نقد وتحقیق کے علاوہ متعدد ذیلی عناوین کے تحت لائق مصنف نے کوشش کی ہے کہ موضوع کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔خشک موضوع ہونے کے باوجود فاضل مؤلف نے شستہ اور سلیس انداز میں اعتدال وتوازن کے ساتھ، موضوع کا حق ادا کردیا ہے۔اس مفصل کتاب میں بعض معمولی خامیاں بھی راہ پا گئی ہیں، تاہم یہ ایک اہم کتاب ہے۔اہل علم بالخصوص علماء ومحدثین کے لئے یہ ایک قابل مطالعہ واستفادہ کتاب ہے۔ فاضل مصنف اس کاوش کے لئے قابل ستائش ہیں۔

---

[۵۸]

فن اسماء الرجال

جناب مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری صاحب

سنہ اشاعت ۱۹۹۶ء، صفحات ۱۱۶۔ناشر: جامعہ اسلامیہ مظفر پور قلندر پور، اعظم گڑھ

مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں بزم عالم جس شان وشوکت سے سجائی تھی اس کی نظیر اب تک دنیا نہ پیش کرسکی، خصوصاً علوم وفنون کو جس اوج کمال تک پہنچایا اور جس قدر انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے مفید بنایا تھا، دنیا کی اور کوئی قوم اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتی، مسلمانوں نے نہ صرف علوم وفنون کو ترقی دی، بلکہ علم وحکمت کے میدانوں میں متعدد ایجاد واختراع کا سہرا بھی انھیں کے سر ہے۔انھوں نے تنہا علم حدیث کے متعلق ۶۵ سے زیادہ علوم سے روشناس کیا، ان میں ایک فن اسماء الرجال بھی ہے اور بوجوہ سب سے عظیم الشان ہے۔زیر نظر کتاب میں اسی اہم فن کی ابتدائی تاریخ، عہد بہ عہد ارتقاء اور اس کے اصول وضوابط کو مختصراً تحریر کیا گیا ہے۔آخر میں

اس فن کی اہم اور معروف کتابوں کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے، کتاب کا مقدمہ مفکر اسلام حضرت سید ابوالحسن علی ندوی کے نہایت پر از معلومات اور مفید قلم سے ہے۔

یہ کتاب دراصل مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی کا وہ مقالہ ہے جو عرصہ ہوا ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں قسط وار شائع ہوا تھا، بعد میں اسے کتابی صورت میں شائع کیا گیا تھا، یہ اسی کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ امید ہے ڈاکٹر تقی الدین ندوی صاحب کی دوسری کتابوں کی طرح اسے بھی قبولیت نصیب ہوگی۔

---

[۵۹]

مولانا علی میاں اور علم حدیث

مولانا ابوسحبان روح القدس ندوی

صفحات ۶۴، قیمت ۲۰/ روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۰ء

ملنے کا پتہ: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹، لکھنؤ (یوپی)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بڑی متنوع تھی۔ مختلف علوم وفنون پر ان کی نظر بڑی باریک اور گہری تھی۔ حدیث اور علوم حدیث میں بھی ان کی عمیق نظر کا اہل علم نے اعتراف کیا ہے۔ زیر نظر رسالہ میں لائق مصنف نے حدیث سے ان کی دلچسپی وانہماک اور ان کی خدمات حدیث کا تعارف، انہی کی تحریروں کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ شروع میں ان شخصیات وکتب کا ذکر ہے جن کا مولانا علی میاں کی سیرت کی تعمیر میں بڑا حصہ ہے۔ آخر میں فضلائے ندوہ کی خدمات حدیث کی ایک فہرست ہے۔ اس رسالہ سے مولانا علی میاںؒ کی حدیثی خدمات کے تقریباً تمام پہلو سامنے آجاتے ہیں۔ دراصل یہ وہ مقالہ ہے جس کو ایک سمینار

میں پیش کرنے کے لئے لکھا گیا تھا، رسالے میں کثرت سے اقتباسات دیئے گئے ہیں۔ بعض مبہم اور کہیں کہیں طبع سلیم پر گراں گزرنے والے جملے بھی ہیں، مثلاً ''انھیں دنوں کے کچھ بعد مولانا نے'' (ص۱۲) ''عجب حسن اتفاق'' (ص۱) ''پھر اساتذہ حدیث کی مستشرقین کے حدیث کے بارے میں اعتراضات شبہات سے بے خبری کا مولانا شکوہ کرتے ہیں'' (ص۴۹) وغیرہ۔ اس مختصر رسالے میں اس طرح کی کئی اور مثالیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔ اگلے ایڈیشن میں زبان وبیان کی طرف توجہ اور مذکورہ غلطیوں کی درستگی اگرچہ ضروری ہے تاہم ان معمولی کمیوں کے باوجود اس رسالے کا مطالعہ افادیت سے خالی نہیں کہ یہ اس شخصیت کی خدمات حدیث کا مرقع ہے جس کا ایک ایک لمحہ علم وادب اور تاریخ کی خدمت میں گزرا۔

(ماہنامہ الرشاد اعظم گڑھ۔ جنوری ۲۰۰۲ء)

خواتین

[۶۰]

فطرت نسوانی

مولانا عبدالسلام ندوی

سنہ اشاعت ۱۹۲۳ء۔صفحات ۱۸۹، ناشر: صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی

پنڈی بہاءالدین، پنجاب

یہ کتاب پروفیسر ہنری مارٹن فرانسیسی کی کتاب ''عورت کا خلق اور مردوعورت کا طبعی موازنہ'' کی تلخیص ہے۔اس میں فلسفیانہ انداز میں خواتین کی اخلاقی، معاشرتی اور ذہنی تاریخ تحریر کی گئی ہے۔نیز مردوعورت کے فطرت و اخلاق کا فلسفیانہ موازنہ کیا گیا ہے۔آخری باب میں تحریک نسواں کی مفصل تاریخ ہے۔۱۹۲۴ء میں مولانا عبدالسلام ندوی نے موضوع کی اہمیت کے پیش نظر یہ تلخیص کی تھی۔اس کتاب کی افادیت آج بھی کسی لحاظ سے کم نہیں اور اپنے موضوع پر ایک اہم کتاب کی حیثیت سے اس کا رتبہ قائم ہے۔

رسائل کے خصوصی شمارے

[۶۱]

سہ ماہی ''انتساب'' سرونج

(محمد ایوب واقف نمبر)

ترتیب ڈاکٹر سیفی سرونجی

صفحات ۴۵۶، ملنے کا پتہ: سیفی لائبریری سرونج (ایم، پی) ۴۶۴۲۲۸

دنیائے علم وادب میں جناب محمد ایوب واقف کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ ایک طویل عرصے سے علم وادب خصوصاً اردو کی سرگرم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ سیکڑوں ادبی، تنقیدی اور تحقیقی مضامین اور متعدد کتابیں ان کے نوک قلم سے نکل کر داد تحسین وصول کر چکی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں: (۱) جگن ناتھ آزاد ایک مطالعہ (۲) مکاتیب منشی دیانرائن نگم (۳) ذکر رفتگاں (۴) علی سردار جعفری شخصیت اور شاعری (۵) شعور وادراک (۶) میں زندہ ہوں (۷) تعبیر وتشریح وغیرہ۔ ان کے علاوہ کئی کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔

واقف صاحب اعظم گڈھ کے ایک گاؤں پورہ نورم بیسہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں اور قرب وجوار میں حاصل کی، بی اے شبلی کالج اور اردو وفارسی سے ایم اے بمبئی یونیورسٹی سے کیا اور پھر عروس البلاد ہی میں اردو کے استاذ مقرر ہوئے، اب ملازمت سے سبکدوشی کے بعد وہیں مقیم اور علم وادب کی خدمت میں مصروف ہیں۔

واقف صاحب نے دور طالب علمی میں لکھنے کا آغاز کیا جو اب تک جاری ہے۔ انھوں نے انتہائی مصروف اور علمی زندگی گزاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے قلم سے مضامین کا انبار لگ گیا۔ اہل قلم ہونے کے ساتھ ایک بہترین استاذ کی حیثیت سے بھی ان کی خدمات کا اعزاز وانعام کے ساتھ

اعتراف کیا گیا۔اردو کے کم ایسے خدمت گزار ملیں گے جنھوں نے نامساعد حالات کے باوجود اردو کی اس قدر خدمت انجام دی ہو،اس کے لئے ہم واقف صاحب کومبارک باد پیش کرتے ہیں۔

زیرِنظر کتاب دراصل واقف صاحب کی مختلف النوع خدمات کا ایک اعتراف ہے۔اس میں ان کی زندگی کے ایک ایک ورق کو سلیقے سے پیش کیا گیا ہے۔ان کی زندگی، تعلیم وتربیت اساتذہ، ملازمت، تدریس اور تصنیف وتالیف کے تمام پہلو سامنے آجاتے ہیں۔اردو کے نامور اور معتبر اہل قلم کے مضامین کے اس مجموعہ سے ان کی کتابوں کی اہمیت، افادیت، حیثیت اور قدر و قیمت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔واقف صاحب کے کارناموں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی ادبی خدمات کا اعتراف جناب جگن ناتھ آزاد، علی سردار جعفری، کیفی اعظمی، وامق جون پوری، مولانا ضیاء الدین اصلاحی، علی جواد زیدی، عبدالستار دلوی، پروفیسر خورشید نعمانی جیسے ادب کے ستونوں نے کیا ہے۔

واقف صاحب کی زندگی میں قلم کاروں کے لئے بڑے عزم وحوصلہ کے جذبات پنہاں ہیں، یقیناً اس کتاب کے مطالعہ سے واقف صاحب کے خیالات کے ساتھ ان کے مرقع زندگی سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔(ماہنامہ الرشاد مئی، جون ۲۰۰۵ء)

---

[۶۲]

ماہنامہ ضیاء الاسلام

(قاضی اطہر مبارک پوریؒ نمبر)

مدیر: مولانا ضیاء الحق خیر آبادی

صفحات ۴۴۶، سنہ اشاعت ۱۹۹۸ء، قیمت ۲۰۰ روپئے

ناشر: مدرسہ شیخ الاسلام شیخو پور، ضلع اعظم گڈھ، ۲۷۶۱۲۱

مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوری کی مایہ ناز شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ وہ بلند پایہ مصنف، نامور اہل قلم اور تقریباً دو درجن علمی، تحقیقی اور تاریخی کتابوں کے مصنف تھے۔ دم واپسیں تک تصنیف وتالیف میں منہمک رہے اور چند لازوال اور شاہکار کتابیں یادگار چھوڑیں۔ دیار پورب کا اتنا بڑا مورخ شاید ہی کوئی اور گذرا ہو۔ انھوں نے اس دیار کے علمی نقوش کو اس طرح ترتیب دیا کہ اس کی اہمیت واضح اور روشن ہوگئی۔

قاضی صاحب نے علمی موضوعات پر داد تحقیق وتصنیف دی اور واقعہ یہ ہے کہ جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کا حق ادا کردیا، لیکن اصلاً ان کا موضوع ''عرب وہند کے قدیم روابط'' تھا۔ علامہ سید سلیمان ندوی کے بعد وہ دوسرے مورخ تھے جنھوں نے عرب وہند کے قدیم تعلقات اور روابط کو اپنا موضوع قرار دیا۔ اس اعتراف میں کسی کو باک نہ ہوگا کہ اپنے موضوع کے وہ بہت بڑے مورخ تھے۔ اس کی ایک ایک جزئیات پر ان کی نظر تھی۔ انھوں نے جو کچھ لکھا ایک بلند پایہ مورخ کی حیثیت سے لکھا اور اسے بلا کسی تردد کے بڑے سے بڑے مورخ کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان کی چند اہم کتابوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) عرب وہند عہد رسالت میں (۲) ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں (۳) خلافت

راشدہ اور ہندوستان (۴) خلافت عباسیہ اور ہندوستان (۵) خلافت بنوامیہ اور ہندوستان (۶) دیار یورپ میں علم اور علماء (۷) تدوین سیر ومغازی (۸) خیر القرون کی درسگاہیں (۹) علی وحسین (۱۰) خواتین اسلام کی علمی ودینی خدمات (۱۱) ہر طبقہ اور ہر پیشہ میں علم وعلماء (۱۲) رجال السند والہند (۱۳) آثر ومعارف (۱۴) ائمہ اربعہ وغیرہ۔

ان محققانہ اور گراں قدر تصنیفات سے قاضی صاحب کے بلند علمی ذوق اور جستجوئے علم و فن کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۱۴ر جولائی ۱۹۹۶ء کو انھوں نے وفات پائی تو علمی دنیا میں صف ماتم بچھ گئی اور ان کی کاوشوں اور کارناموں کی یاد آئی۔ خراج عقیدت کے طور پر متعدد اہل قلم نے ان کی حیات و خدمات پر مضامین ومقالات لکھے۔ ترجمان الاسلام بنارس کے فاضل مدیر اور نامور اہل قلم مولانا اسیر ادروی صاحب نے ترجمان الاسلام کا مورخ اسلام نمبر شائع کیا۔ ماہنامہ ضیاء الاسلام کی یہ خصوصی اشاعت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اسے کئی لحاظ سے اہمیت حاصل ہے۔ قاضی صاحب کے حالات اور کارناموں پر مشتمل مضامین کے علاوہ متعدد غیر مطبوعہ تحریریں اس میں پہلی بار شائع ہوئی ہیں۔ قاضی صاحب کی خودنوشت قاعدہ بغدادی سے صحیح بخاری تک کے علاوہ کاروان حیات بھی اس نمبر میں شامل ہے۔ مکتوبات حجاز جو اصلاً قاضی صاحب کے سفر حرمین کے تاثرات پر مبنی ہے۔ وہ بھی اس میں شامل اشاعت ہے۔ قاضی صاحب کی مورخانہ حیثیت اور تصنیفی عظمت کے ساتھ ان کی شاعری کا بھی ذکر ہے۔ غرض یہ خصوصی اشاعت قاضی صاحب کی شخصیت اور خدمات پر ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ البتہ اس کی اشاعت میں چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری تھا، مثلاً ان کے حالات زندگی کے ساتھ ان کی تصنیفات کا بھرپور تعارف ہونا چاہئے تھا مگر چند کتابوں کے علاوہ اور تصنیفات کا محض ذکر ہے۔ اسی طرح ان کی مورخانہ حیثیت کے ساتھ محققانہ حیثیت کا بھی ذکر ہونا چاہئے تھا۔ بعض مضامین بے جا طویل ہیں، مضامین کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے تکرار کا عیب بھی ہے، جسے لائق مدیر درست کر سکتے تھے۔ الاسلام اور ضیاء

الاسلام کا آخر میں غیر مرتب اشاریہ ہے۔ اس خصوصی اشاعت میں اس کی ضرورت نہ تھی، اسے علاحدہ شائع ہونا چاہئے تھا۔ ان معمولی کمیوں کے باوجود ماہنامہ ضیاء الاسلام کی یہ خصوصی اشاعت قاضی صاحب کی حیات وخدمات کا ایک دستاویزی مرقع ہے۔ قاضی صاحب کی زندگی میں بڑے نشیب وفراز آئے اور وہ ان سے بڑی جواں مردی کے ساتھ گذرے یہی وجہ ہے کہ ان کی زندگی میں بڑی عبرت ونصیحت کی چیزیں ہیں۔ بلا شبہ اس کا مطالعہ افادیت کا ضامن ہے۔

(الرشاد ستمبر، اکتوبر ۲۰۰۵ء)

---

[۶۳]

ششماہی علوم القرآن، علی گڈھ

(مولانا امین احسن اصلاحیؒ نمبر)

مدیر: ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی

جنوری ۱۹۹۸ء تا دسمبر ۲۰۰۰ء صفحات ۶۰۰، قیمت ۱۵۰/

ملنے کا پتہ: ادارہ علوم القرآن پوسٹ بکس نمبر ۹۹، سرسید نگر علی گڑھ، یوپی

صاحب تدبر قرآن مولانا امین احسن اصلاحیؒ مشہور عالم ومصنف اور نامور مفسر تھے۔ انھوں نے اپنے استاذ ترجمان القرآن علامہ حمید الدین فراہی کی طرح پوری زندگی قرآن پاک میں غور وفکر اور اس کی تفہیم وتشریح میں گزار دی۔ مختلف موضوعات پر تقریباً ایک درجن کتابیں ان کے قلم سے نکل کر مقبول ہوئیں اور ان کا تعلق بھی علوم القرآن سے ہی ہے لیکن ان کا سب سے بڑا اور اہم کارنامہ تفسیر تدبر قرآن ہے۔ زیر نظر مجلّہ علوم القرآن کی یہ خصوصی اشاعت بطور خراج عقیدت پیش کی گئی ہے اس میں شروع میں تفسیر تدبر قرآن کے امتیازات وخصوصیات، خوبیوں اور

کمیوں پر کئی مضامین ہیں، حکیم الطاف احمد اعظمی صاحب نے تدبرقرآن کی اہمیت اور قدر ومنزلت کے اعتراف کے ساتھ جن کمیوں کی نشاندہی کی ہے ان میں ان کا طرز ستدلال غیر علمی اور نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب کے مقالے کا عنوان ہی محل نظر ہے۔ تدبرقرآن پر سیر حاصل مقالات کے علاوہ مولانا مرحوم کی بعض دوسری کتابوں مثلاً عائلی کمیشن کی رپورٹ، اسلامی قانون کی تدوین وغیرہ بھی عمدہ اور جامع مضامین ہیں۔ ایک مضمون میں تمام تصنیفات کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب، جناب خالد مسعود صاحب اور جناب صفدر سلطان اصلاحی کے مقالات اپنے موضوع کا حق ادا کرتے ہیں۔ راقم نے مولانا کے اسلوب نگارش کے متعلق اظہار خیال کیا ہے، ان کے علاوہ دیگر مضامین بھی کم اہم نہیں۔ انٹرویو، تاثرات اور اشاریے سے اس کی افادیت مزید بڑھ گئی ہے، مجموعی طور سے اس خصوصی دستاویزی اشاعت سے مولانا اصلاحی مرحوم کی بلند پایہ شخصیت اور ان کی قابل قدر خدمات کی مرقع آرائی ہو جاتی ہے تاہم ان کی مکمل سوانح عمری کے قرض کی ادائیگی اب بھی باقی ہے۔

اس اہم اور قابل قدر کام کے لئے مجلّہ کے فاضل مدیر ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی صاحب اور معاون مدیر ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی اہل علم کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔

---

[۶۴]

سہ ماہی فکر اسلامی، بستی

(معاصر فقہ اسلامی نمبر)

مدیر: جناب مولانا اسعد قاسمی

جولائی ۱۹۹۹ء تا جون ۲۰۰۰ء، صفحات ۴۹۲، قیمت ۱۰۰/روپے

ملنے کا پتہ: دارالعلوم الاسلامیہ بستی، پن ۲۷۲۰۰۱، یوپی

زیر نظر رسالہ میں معاصر فقہ اسلامی کا جائزہ لیا گیا ہے اور متعدد نامور فقہاء مثلاً ملا عبدالحئی فرنگی محلی، مولانا قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا انور شاہ کشمیریؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مفتی محمد شفیع صاحبؒ وغیرہ کے مختصر حالات، فقہی بصیرت اور ان کے فقہی کارناموں کا مفصل جائزہ لیا گیا ہے۔ مشہور کتب فقہ وفتاویٰ کا تعارف اور ان کی قدر و قیمت، نیز ہندوستان کے مختلف اداروں اور تعلیمی مراکز کی فقہی خدمات کی بھی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ عالم اسلام کے چند فقہاء اور ان کی خدمات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے دینی مدارس میں فقہ اور اصول فقہ کے نصاب پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایک مضمون میں تفقہ فی الدین کی ذمہ داریوں کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اپنے گراں قدر مشمولات کی وجہ سے فقہ کے موضوع پر یہ خاص اشاعت ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ البتہ بعض تحقیقی اداروں اور دوسرے مکتب فکر کے فقہاء اور ان کی خدمات کی کمی کھٹکتی ہے۔ اس کی طرف بھی فاضل مدیر کو توجہ دینی چاہئے تھی۔

---

[۶۵]

سہ ماہی فکر اسلامی بستی

(مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نمبر)

مدیر: جناب مولانا محمد اسعد قاسمی

صفحات ۶۸۸، قیمت ۱۵۰ روپے، جولائی ۲۰۰۰ تا جون ۲۰۰۱ء

ملنے کا پتہ: دارالعلوم الاسلامیہ بستی، یوپی

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ پر اب تک تقریباً ایک درجن رسائل و جرائد کے خاص نمبر شائع ہو چکے ہیں، ان میں فکر اسلامی کا یہ خاص نمبر سب سے زیادہ جامع، مبسوط اور ضخیم ہے۔ ۵۶ مضامین پر مشتمل اس خصوصی اشاعت میں مفکر اسلام کی ہمہ جہت شخصیت اور ان کے مختلف النوع کارناموں کے تقریباً ہر پہلو پر گراں قدر مقالات شامل ہیں اور شاید ہی کوئی ایسا گوشہ ہو جس کا ذکر اس میں نہ ہو۔ مفکر اسلام کی شخصیت وسوانح، ذاتی زندگی، اخلاق وکردار، علمی و دینی خدمات، امتیازات وخصوصیات، عظیم الشان تصنیفات، مختلف ملکی وعالمی اسلامی ادارے اور تحریکات سے ان کا ربط وتعلق اور متعدد ملکی وغیر ملکی اسفار وغیرہ پر سیر حاصل مضامین آ گئے ہیں۔ مختلف علماء وفضلاء اور نامور اہل علم وقلم کے تاثرات اور مشاہیر کے بیانات بھی قلم بند کر کے سلیقے سے پیش کئے گئے ہیں۔ آخر میں منظوم خراج عقیدت بھی شامل ہے۔

جناب مولانا محمد اسعد قاسمی صاحب لائق ستائش ہیں کہ انھوں نے ایسا ضخیم اور مبسوط نمبر بڑے سلیقے سے مرتب کر کے شائع کیا۔ مولانا علی میاںؒ پر کام کرنے والوں کے لئے آئندہ یہ خاص اشاعت ماخذ ومرجع کا کام دے گی۔ البتہ بعض مضامین میں تکرار اور بعض میں اطناب کو دور

کیا جا سکتا تھا، کتابت وطباعت خوبصورت ہے تاہم کتابت کی بعض غلطیاں رہ گئی ہیں، جمع وتدوین کی ان معمولی کمیوں کے باوجود یہ خاص اشاعت مفکر اسلام کی خدمت میں ایک اہم نذرانہ عقیدت ومحبت اوران کے علمی کمالات کا ایک خوبصورت اوردلآویز مرقع ہے۔

---

[۲۲]

غلام ربانی تاباں، شخصیت اورادبی خدمات

(کتاب نما کا خصوصی شمارہ دسمبر ۹۳ء)

مرتبین: ڈاکٹر اجمل اجملی، ڈاکٹر صغریٰ مہدی، عذرا رضوی

صفحات: ۱۶۰۔ قیمت ۷۵ روپئے۔ پتہ: ماہنامہ کتاب نما جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

غلام ربانی تاباں اردو کے مشہور شاعر تھے۔ تمام عمر شعروشاعری اوراردو کی خدمت میں گذاری۔ ان کے پانچ شعری مجموعے سازلرزاں، حدیث دل، ذوق سفر، نوائے آوارہ اورغبار منزل علی الترتیب منظر عام پرآئے اور بہت مقبول ہوئے۔ ان کے شعری مجموعوں کو اردو کادمی، ساہتیہ اکادمی اورسویت لینڈ نہروانعامات سے نوازا گیا اورخودانھیں حکومت ہند نے پدم شری کے خطاب سے سرفراز کیا، لیکن اسے باضمیر شاعر نے فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام کی حکومتی کاروائی سے غیر مطمئن ہوکر بطوراحتجاج واپس کردیا۔

تاباں کی شاعری کا آغاز دوران طالب علمی ہی سے ہوا۔ پہلے پیروڈی کا شوق ہوا پھر غزلیں کہنے لگے۔ اس وقت ملک میں شعراء کا محبوب ذریعہ اظہار نظم گوئی تھی۔ تاباں نے بھی نظمیں لکھیں جن میں بعض تو بہت مشہور ہوئیں، لیکن وہ غزلیں بھی کہتے رہے اور بعد میں تو وہ صرف

زلف غزل ہی کے اسیر رہے۔

تاباں کا تعلق ترقی پسند تحریک سے تھا۔ وہ اس کے بڑے سرگرم اور سرکردہ لوگوں میں سے تھے۔ انجمن ترقی پسند مصنّفین کے صدر بھی رہے۔ اس کے باوجود اسٹالن کو ڈکٹیٹر اور ظالم کہتے تھے۔ (ص ۱۵۷) تاباں نے سیاست میں بھی حصہ لیا۔ آزادی سے پہلے فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام کے لئے طے کیا گیا تھا کہ دو کانگریسی اور دو مسلم لیگی لیڈر شہر شہر اور گاؤں گاؤں جا کر عوام کو اتحاد، یکجہتی اور ہم آہنگی کا سبق سکھائیں، اس وقت ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی مسلم لیگ سے تعاون کے حق میں تھی، چنانچہ تاباں نے بھی اس میں حصہ لیا اور گاؤں گاؤں گئے، اسی طرح ان کے بھائی جان عالم خاں مسلم لیگ کے امیدوار تھے تو ان کے حلقۂ انتخاب میں بھی جا کر بڑی محنت کی اور وہ کامیاب ہوئے۔ فرقہ پرستی کے خلاف جلسوں سیمیناروں اور احتجاجی مظاہروں میں بھی حصہ لیا اور بستر مرگ تک فرقہ پرستی کے خلاف لڑتے رہے۔

کتاب نما کا یہ خصوصی شمارہ غلام ربانی تاباں کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ اس میں ۲۱ر مضامین، ایک خاکہ اور تاباں کا ایک انٹرویو شامل ہے۔ شروع کے مضامین اہل خاندان کے تحریر کردہ ہیں اور بقیہ مضامین ملک کے نامور ادیبوں اور شاعروں کے ہیں۔ ان میں کچھ نئے ہیں اور بقیہ مضامین پرانے ہیں، جنھیں اس شمارہ میں شامل نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اہل خاندان کے مضامین سے تاباں کی نجی زندگی پر روشنی پڑتی ہے مگر ان میں ایک ہی باتیں بار بار دہرائی گئی ہیں، ادبی گوشے کے مضامین اچھے ہیں۔ رشید حسن خاں، شارب ردولوی، صدیق الرحمٰن قدوائی اور علی احمد فاطمی وغیرہ کے مضامین خاص طور پر مطالعہ کے لائق ہیں۔ ڈاکٹر اسلم فرخی کا خاکہ تو اس شمارے کی جان ہے۔ آخر میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں لیا گیا تاباں کا ایک انٹرویو ہے جو بے حد معلوماتی اور دلچسپ ہے۔ مجموعی طور سے کتاب نما کا یہ شمارہ بہت اچھا ہے۔ کتابت وطباعت عمدہ اور کاغذ نفیس استعمال کیا گیا ہے۔ اس میں تاباں مرحوم کی حیات وادبی خدمات اور ان کے خیالات ونظریات کی توضیح وتشریح پر زیادہ زور دیا گیا ہے، حالانکہ تاباں مترجم اور صحافی بھی تھے، ان کی زندگی کے ان

گوشوں اور پہلوؤں پر بھی مضامین ہونے چاہئے تھے۔اس کمی کے باوجود کتاب نما کا یہ شمارہ تاباں کی حیات وخدمات کا ایک بہترین تعارف وتجزیہ ہے، جس سے نہ صرف تاباں پر کام کرنیوالوں کو آسانی ہوگی بلکہ تاباں کی شخصیت کے سمجھنے میں بھی اس سے مدد ملے گی۔

---

[۶۷]

سہ ماہی نوائے ادب ممبئی

(مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نمبر)

مدیر: ڈاکٹر آدم شیخ صاحب

صفحات ۱۴۴، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۰ء

ناشر: انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ۲۹/دادا بھائی نوروجی روڈ ممبئی نمبر-۱

عروس البلاد بمبئی کے مشہور تعلیمی وتصنیفی ادارے انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے مفکر اسلام پر ایک شاندار سمینار کا انعقاد کیا تھا جس میں ملک کے نامور اہل قلم اور مصنفین نے شرکت کی اور مفکر اسلام کے حالات وسوانح اور ان کی خدمات کے مختلف پہلوؤں پر مقالات پیش کئے۔اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ممبئی کے ترجمان نوائے ادب کا یہ خصوصی شمارہ اسی سمینار میں پڑھے گئے مقالات کا مجموعہ ہے۔مولانا علی میاںؒ پر یہ بڑی جامع اور اہم اشاعت ہے۔اس سمینار کے انعقاد اور اس خصوصی اشاعت کے لئے ڈاکٹر اسحاق جمخانہ والا صاحب (مرحوم) اور فاضل مدیر ڈاکٹر آدم شیخ صاحب لائق مبارکباد اور تحسین وستائش کے مستحق ہیں۔امید ہے اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

سوانح

[۶۸]

ابن خلدون

مولانا عبدالسلام ندوی

صفحات ۲۵۹، سنہ اشاعت ۱۹۴۰ء

ناشر: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

علامہ ابن خلدون کی عظمت و بلند پا یگی اوران کے کارناموں کی افادیت کے پیش نظر دارالمصنّفین میں ان کے حالات وسوانح، فضل وکمال، اوران کے علمی وتحقیقی کارناموں کی تدوین کا منصوبہ زیر غور تھا کہ ابن خلدون پر مشہور مصری عالم ڈاکٹر طہٰ حسین کی معرکہ آراء فرنچ کتاب کا عربی ترجمہ شائع ہوا۔ یہ ترجمہ خود مصنف کی خواہش پر ۱۹۲۵ء میں محمد عبد اللہ عنان نے کیا تھا۔ دارالمصنّفین نے اس عربی ترجمے کو اردو کا جامہ پہنانے کی ذمہ داری مولانا عبدالسلام ندوی کے سپرد کی، چنانچہ انھوں نے نہایت خوبی کے ساتھ اسے اردو میں منتقل کیا۔

اس کتاب میں ابن خلدون کے حالات وسوانح اوران کے سیاسی، اقصادی، اجتماعی اور عمرانی نظریات اور فلسفہ پر مفصل بحث وتحقیق پیش کی گئی ہے۔ ابن خلدون کی تصانیف اورفن تاریخ سے متعلق ان کے کارناموں کی بھی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ کتاب کا مقدمہ مولانا سید سلیمان ندوی کے قلم سے ہے۔ یہ ابن خلدون پر اب تک لکھی جانے والی تمام کتابوں میں سب سے اہم خیال کی جاتی ہے۔

[۶۹]

ابن یمین

مولانا عبدالسلام ندوی

صفحات ۲۲۵، سنہ اشاعت درج نہیں

ناشر: صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی پنڈی بہاءالدین پنجاب

اس کتاب میں فارسی کے مشہور شاعر ابن یمین کے حالات وسوانح اور ان کے کلام پر نقد و تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کے اخلاق و مذہب پر بھی مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایران جدید کے معروف ادیب وشاعر رشید یاسمی کا فارسی رسالہ اس کا بنیادی ماخذ ہے اور اسی کو دیکھ کر مولانا کے دل میں ابن یمین کے حالات وسوانح اردو میں لکھنے کا خیال آیا۔ چنانچہ انہوں نے رشید ہاشمی کے رسالہ میں ترمیم وتنسیخ اور حذف واضافہ کرکے ایک نئے قالب میں یہ کتاب پیش کی۔ ابن یمین پر اردو میں اس سے اچھی اب تک کوئی کتاب نہیں لکھی جاسکی۔

[۷۰]

امام رازی

مولانا عبدالسلام ندوی

سنہ اشاعت ۱۹۵۰ء، صفحات ۳۹۰، قیمت درج نہیں

ناشر: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

امام فخر الدین رازی کو ان کی عظمت و بلند پایگی اور جامعیت کی وجہ سے بڑا اہم مقام حاصل ہے۔ امام غزالی کے بعد مسلمان فلاسفہ اور متکلمین میں وہ اس لحاظ سے سب سے زیادہ ممتاز اور یکتا ہیں کہ انہوں نے فلسفہ اور علم کلام کے مسائل پر تنقیدی زاویہ سے بحث و تحقیق کی اور ان کو سلیقے سے پیش کیا، اس لئے ضرورت تھی کہ ان کے حالات اور کارناموں کو تفصیل سے قلم بند کیا جائے، چنانچہ مولانا عبدالسلام ندوی نے اس خلاء کو پر کرنے کے لئے یہ کتاب لکھی۔

اس میں امام رازی کے حالات و سوانح، اخلاق و عادات، اولاد و احفاد، شاعری وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد ان کی تصنیفات کا تعارف اور ان پر نقد و تبصرہ کیا گیا ہے۔ آخر میں ان کے فلسفہ و کلام اور اس کے اصول و نظریات کی توضیح و تشریح بھی کی گئی ہے۔ ان کی تفسیر اور اس کی خصوصیات اور بعض دوسرے مسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

امام رازی نے مختلف علوم و فنون میں کتابیں قلم بند کی ہیں۔ لیکن ان کا اصل میدان فلسفہ و کلام تھا۔ چنانچہ مولانا عبدالسلام ندوی نے ان پر خاص طور سے نقد و تبصرہ کر کے فلسفہ و کلام کے بارے میں ان کے نظریات سے بحث کی ہے اور یہی حصہ دراصل مصنف کی محنت کا ماحصل ہے۔ یہ سوانح عمری علامہ شبلی کی الغزالی کے انداز پر لکھی گئی ہے۔ اس کا مقصد تالیف سوانح عمری لکھنا نہیں بلکہ اس کے پس پشت صاحب سوانح کی تصانیف اور ان کے فلسفہ و علم کلام پر نقد و جرح کرنا

اوران کی افادیت واضح کرنا مقصود ہے۔مولانا عبدالسلام ندوی نے لکھا ہے کہ:

''جس طرح مولانا شبلی مرحوم نے الغزالی میں فلسفہ وکلام کے متعلق امام غزالی کے خیالات ونظریات کی تشریح کی ہے اسی طرح امام رازی کے خیالات و نظریات کی تشریح کی بھی ضرورت تھی اور یہ کتاب اسی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔''(۱۳)

اردو میں امام رازی کی اس سے عمدہ سوانح عمری اب تک نہیں لکھی جا سکی۔

---

[۱۷]

تذکرۂ اقدس

مولانا سید ابوظفر ندوی

صفحات ۸۲، سنہ اشاعت ۱۹۳۴ء، ملنے کا پتہ: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

یہ کتاب گجرات کے مشہور صوفی بزرگ حضرت سید پیر شاہ قادری کی سوانح عمری ہے اس میں ان کے نام ونسب، ولادت، تربیت، ارادت، سفر حج کے حالات، مطالعہ کتب، چلہ کشی، گوشہ نشینی اور خدمت خلق وغیرہ کا ذکر اوران کے عہد کے حالات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔اور پھر ان کی تصانیف پر تبصرہ اوران کے بعض علمی آثر کا تعارف بھی ہے اس کتاب کو معارف پریس اعظم گڑھ نے ۱۹۳۴ء میں شائع کیا۔

---

[۷۲]

حضرت ابراہیم علیہ السلام

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

صفحات ۲۰۰، قیمت ۷۰/۴ روپے، سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء، ملنے کا پتہ: مرکزی مکتبہ اسلامی
پبلشرز، ڈی ۳۰۷۔ دعوت نگر ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

براہیمؑ سا ایماں پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت اوران کی تعلیمات سے نہ صرف واقفیت حاصل کی جائے بلکہ ان پر عمل پیرا ہوکر زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے ان کا کثرت سے ذکر کیا ہے اور موقع بموقع ان کے حسنات کو بیان کیا ہے۔ زیرنظر کتاب اسی عظیم مقصد کے پیش نظر لکھی گئی ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت وسوانح، تعلیمات، اسوۂ ابراہیمی اور آپؑ کے عالمی اثرات کی مرقع آرائی قرآن وحدیث، کتب سماوی اور تاریخ وسیر کی روشنی میں کی گئی ہے۔ پانچ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں پہلے قوم نوح، عاد، ثمود اور قوم ابراہیمؑ کے سیاسی، تہذیبی اور معاشرتی حالات کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے، پھر حیات ابراہیمؑ کا باب ہے، جس میں آپؑ کے حالات، تعلیمات، اعمال، اولاد وازواج، نبوت، قربانی، خانہ کعبہ کی تعمیر وغیرہ موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بعدازاں ملت ابراہیم، اس کے بنیادی عناصر، توحید، رسالت، آخرت، نماز، قربانی، حج، ختنہ وغیرہ کا ذکر ہے۔ یہود ونصاریٰ اوران کے افعال قبیحہ، روگردانیاں اور انحرافات وغیرہ کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ کتب سماوی میں ان کی تحریفات کا بھی ذکر ہے۔ اسی باب میں دکھایا گیا ہے کہ ملت ابراہیمی کے تمام عناصر اسلام میں باقی رکھے گئے ہیں۔ چوتھے باب میں تفصیل سے اسوۂ براہیمؑ کو بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں سیرت ابراہیم علیہ السلام پر وارد بعض الزامات کا تنقیدی

جائزہ لے کر ان کی تردید کی گئی ہے۔ اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت اور سوانح، تعلیمات اور اسوۂ براہیمی کا شاید ہی ایسا کوئی ممتاز پہلو ہو جس پر مصنف نے روشنی نہ ڈالی ہو، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق اردو میں تحریروں کا ایک بڑا ذخیرہ ہے لیکن بلاشبہ اس میں یہ ایک اہم اور گراں قدر اضافہ ہے۔

اس کتاب کی ایک خوبی فاضل مصنف کا اسلوب نگارش ہے۔ صاف، شستہ اور شگفتہ انداز نگارش نے کتاب کی افادیت میں اور اضافہ کر دیا ہے۔ اس اہم کاوش کے لئے ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی اہل علم کے شکریے کے مستحق ہیں۔ کتاب عوام وخواص سب کے لئے یکساں مفید اور لائق استفادہ ہے۔ (ماہنامہ الرشاد اعظم گڑھ ستمبر، اکتوبر ۲۰۰۳ء)

---

[۷۳]

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

آبادشاہ پوری

سنہ اشاعت دسمبر ۱۹۹۹ء۔ صفحات ۴۲۔ قیمت ۱۰/روپئے۔ ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ڈی ۳۰۷ دعوت نگر ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا عہد خلافت خلفائے راشدین کے بعد سب سے زیادہ روشن اور تابناک دور ہے۔، انھوں نے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی ہر ممکن کوشش کی اور اسی لئے ان کو خلیفہ راشد خامس کہا جاتا ہے۔

زیر تبصرہ کتابچہ میں ان کے حالات زندگی اور ان کے ڈھائی سالہ عہد خلافت کے دور کے علمی، دینی، اصلاحی اقدامات کی مرقع آرائی کی گئی ہے اور باوجودیکہ یہ کتابچہ بہت مختصر ہے مگر

جامع ہے، کوئی پہلو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ زبان و بیان سادہ اور دلکش ہے اور ہر شخص کے لئے لائق مطالعہ ہے۔

لائق مصنف نے غالباً عوامی استفادہ کے پیش نظر ماخذ و مراجع اور حوالوں کا اہتمام نہیں کیا ہے حالانکہ علمی کتابوں میں اس کا اہتمام ضروری ہے۔ بعض مقامات پر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نامِ نامی کو صرف ''عمر'' لکھ دیا گیا ہے، جو حسن ادب کے منافی ہے۔ کتابت کی بھی بعض غلطیاں راہ پا گئی ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ یہ معمولی کمیاں دور کر دی جائیں گی۔

---

[۷۴]

حضرت عیسیٰؑ کی قبر کشمیر میں نہیں

مولانا عبدالرحمٰن کوندو صاحب

طبع اول ۱۹۹۸ء، صفحات ۲۸۰۔ قیمت ؍۶۰ روپے، ناشر، جموں اینڈ کشمیر اسلامک ریسرچ سینٹر کوکر باغ ڈاکخانہ نوشہرہ۔ سری نگر ۱۹۰۰۱۱ کشمیر

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے دعوائے نبوت کے شر و فتنہ سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ اس نے اپنے اس دعویٰ کو سچ ثابت کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کشمیر میں ۸۷ سالہ زندگی اور وفات کا افسانہ گھڑا اور مقبرہ یوز آصف کو ان کا مدفن بھی قرار دیا، لیکن علمائے حق نے مرزا غلام احمد قادیانی کے اس افسانہ کا قرآن و حدیث کی روشنی میں جائزہ لے کر ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول کا صریح ذکر جب قرآن میں ہے تو ان کے مدفن کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ رہی یہ بات کہ وہ کشمیر میں ۸۷ سال موجود رہے، یہ تاریخ کے کسی بھی صفحہ اور گوشہ

سے ثابت نہیں۔ادھر چند برسوں سے پھر کشمیر میں قادیانیوں نے اس افسانہ کے ذریعہ عام لوگوں کو مکر وفریب کے دام میں لانے کی سازش شروع کی تو کشمیر کے لائق صاحب فکر وقلم جناب مولانا عبدالرحمٰن کوندو صاحب نے مختلف اہل علم کی مدلل ومسکت تحریروں کو جمع کر کے اس فتنہ کا ایک بار پھر سد باب کر دیا ہے۔

انھوں نے علامہ ابراہیم سیالکوٹی کے رسالہ ''الخبر الصحیح عن قبر المسیح'' ''تردید قبر مسیح در کشمیر'' از منشی پیر بخش لاہوری، مولوی حبیب اللہ امرتسری کے مضمون ''حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں نہیں'' کے علاوہ بیوذ آصف کے متعلق مولانا نورالحق علوی اور مفتی محمد شاہ سعادت کے نہایت معلومات افزا مضامین بھی شامل کر دیئے ہیں، ابوظفر ایم،اے گورگانی کا مضمون ''مقبرہ احمدیت اور مولوی عبداللہ وکیل کی تحریر ''شعلۃ النار اور مقبرہ جانباز'' کے عنوان سے بھی شامل ہیں۔

یہ تمام رسائل ومضامین عرصہ ہوئے چھپ چکے تھے لیکن اب یہ نایاب تھے۔فاضل مرتب نے انھیں نہ صرف یکجا کیا بلکہ ایک گرانقدر مقدمہ بھی سپرد قلم کیا جس میں عقیدہ حیات ونزول عیسیٰؑ اور قادیانیوں کے موقف کی حمایت ومخالفت میں لکھی جانے والی تمام تحریروں کا تعارف وتجزیہ عمدگی سے پیش کیا گیا ہے۔یہ مقدمہ زیر بحث موضوع پر ان کے وسیع المطالعہ ہونے کی دلیل ہے۔

جناب مولانا عبدالرحمٰن کوندو صاحب لائق ستائش ہیں کہ انھوں نے امت مسلمہ کی طرف سے یہ اہم فریضہ انجام دیا، امید ہے اس کی ہر حلقہ میں پذیرائی ہوگی۔

---

[۷۵]

سیرت عمر بن عبدالعزیز

مولانا عبدالسلام ندویؒ

صفحات ۱۹۰ قیمت ۲۵ /روپئے، سنہ اشاعت ۱۹۹۳ء
ناشر: دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

یہ علامہ شبلی کے سلسلہ نامور فرمانروایان اسلام کی ایک کڑی ہے۔ اس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سوانح عمری اس انداز سے لکھی گئی ہے کہ ان کی سوانح کے ساتھ اس عہد کی مکمل تاریخ وتہذیب اسلامی بھی اس میں آ گئی ہے۔ دیباچہ میں بنوامیہ کی تاریخ کے سلسلے میں اس کے دور حکومت کے حدود بتائے گئے ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے نسب، ولادت ووطن اور تعلیم وتربیت کا ذکر ہے۔ اس میں ان کی ابتدائی سیاسی سرگرمیوں کا بھی ذکر ہے، پھر ازواج واولاد، حلیہ، اخلاق وعادات، اعمال وعبادات کا احوال لکھا گیا ہے۔ نیز ان کی سیاست وحکومت کی مفصل تاریخ ہے۔ آخر میں سلطنت بنوامیہ کے زوال کے اسباب پر بحث کی گئی ہے۔

یہ کتاب علامہ شبلی کی الفاروق کے انداز پر ہے اور تاریخی سوانح عمری ہے۔ جس سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد کی مفصل تاریخ سامنے آ جاتی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پر اردو میں اس سے عمدہ کوئی تصنیف اب تک سامنے نہیں آسکی ہے۔

---

[۷۶]

کچھ یادیں کچھ باتیں

جناب مولانا ولی الحق ولی قاسمی بستوی

صفحات ۱۱۲۔ قیمت ۲۵/روپئے۔ سنہ اشاعت جنوری ۱۹۹۸ء

ناشر: مکتبہ ولی مقام کوئلسہ، پوسٹ باغ نگر بازار، ضلع بستی، یوپی

حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی مرحوم کا شمار ہمارے عہد کے مشہور ومقبول بزرگوں اور علمائے دین میں ہوتا ہے۔ گذشتہ سال انھوں نے وفات پائی، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے علاوہ اصلاح وارشاد، خدمت خلق، ایثار و بےنفسی کی وہ ایک مثال تھے۔ زیرنظر کتابچہ ان کے معتقد وشیدائی کے قلم سے ہے اوران کے نجی احساسات کا ترجمان ہے۔ انھوں نے اپنے خیالات وتاثرات کا اظہار نظم ونثر دونوں میں کیا ہے۔ البتہ فرط عقیدت وجوش محبت کی وجہ سے بے جا مبالغہ اور مصنوعی اسلوب کا احساس بھی ہوتا ہے، بے جا لفاظی اور پرتکلف انشاپردازی سے سادگی اور سچائی پراثر پڑتا ہے۔ القاب وآداب، سطحی الفاظ، اورطول طویل جملے نہ ہوتے تو بہتر ہوتا۔ کوشش یہ کی جاتی کہ قاری صاحب کے اوصاف وکمالات کا مرقع کامل ہوکر سامنے آتا۔ ان کے حوالے سے داستان سرائی زیب نہیں دیتی۔

[۷۷]

مرزا سلامت علی دبیر

مولانا ضیاء الدین اصلاحی

(غیر مطبوعہ)

مولانا ضیاء الدین اصلاحی مرحوم (۱۹۳۷ء-۲۰۰۸ء) مایہ ناز عالم ومصنف، محقق اور ادیب وانشاء پرداز تھے۔ مختلف موضوعات پر داد تحقیق وتصنیف وتالیف دی۔ کئی اہم کتابیں مثلاً ہندوستان عربوں کی نظر میں (دوجلد) تذکرۃ المحدثین (تین جلدیں) چند ارباب کمال، ایضاح القرآن، مولانا ابوالکلام آزاد، مشاہیر کے خطوط، انتخاب کلام اقبال سہیل، مسلمانوں کی تعلیم اور الاصلاح ایک تعارف وغیرہ ان کے قلم سے نکلیں۔ انھوں نے تقریباً ڈھائی سو مقالات، دوسو سے زائد وفیاتی مضامین، ڈھائی سو کے قریب شذرات، سیکڑوں کتابوں پر نقد وتبصرہ اور دو درجن کتابوں پر مقدمے اور دیباچے لکھے۔ ۵۱-۵۲ برس تک وہ مسلسل تصنیف وتالیف میں مصروف رہے۔ اردو کا اس قدر طویل المدت خدمت گزار شاید ہی کوئی اور گذرا ہو۔

ان مطبوعہ تحریروں کے علاوہ انھوں نے اپنے کوائف نامے میں تیرہ غیر مطبوعہ کتابوں کا ذکر کیا ہے، جس میں (۱) ایضاح القرآن جلد دوم، (۲) تذکرۃ المحدثین جلد چہارم (۳) علامہ شبلی نعمانی (۴) یہودیت اور نصرانیت کی حقیقت (۵) حدیث کی اہم عربی شرحیں (۶) عربی کی اہم تفسیریں (۷) علامہ شبلی کے علمی وادبی افکار (۸) مولانا آزاد کے تفسیری افکار (۹) مالک رام: ماہر غالبیات وابوالکلامیات (۱۰) ہندوستان کی عظمت کہنہ (۱۱) جانے والوں کی یادیں (۱۲) اردو کے ممتاز ہندو محسنین اور (۱۳) سوئے حرم کے نام شامل ہیں۔

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے اپنی جن غیر مطبوعہ کتابوں کے نام لکھے ہیں وہ پایہ تکمیل کو نہیں پہنچی تھیں، البتہ وہ ان کے پیش نظر ضرور تھیں اور وہ غالباً اپنے مطبوعہ مضامین ومقالات سے انھیں مرتب کرنے کا خاکہ ذہن میں رکھتے تھے۔ ان کے مطبوعہ مقالات کو ترتیب دے کر مذکورہ کتابوں کی شکل میں پیش بھی کیا جاسکتا ہے۔ یہاں ایک اور کتاب کا ذکر کیا جاتا ہے جس کا ان کے کوائف نامے میں ذکر نہیں ہے گویا یہ کتاب کوائف نامے کے بعد قلم بند ہوئی ہے۔

مولانا مرحوم کے دلدوز سانحہ وفات کے بعد گھر کی ذاتی مطالعہ کی میز پر بکھرے کاغذات کی ترتیب وجمع آوری میں ایک اور کتاب مرزا سلامت علی دبیر کے متفرق اوراق ملے۔ راقم نے جب انھیں یکجا کیا، صاف اور ناصاف مسودہ کو ملایا تو معلوم ہوا کہ یہ ایک مکمل کتاب ہے، دیباچہ اور کتابیات کی دستیابی کے بعد اس کے پایہ تکمیل کو پہنچ جانے میں شبہ نہیں۔

مولانا مرحوم نے یہ کتاب شیعہ عالم سید عقیل الغروی کی فرمائش پر قلم بند کی ہے جن سے ان کے بڑے گہرے مراسم اور تعلقات تھے۔ مولانا مرحوم نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ:

> ''کتاب مکمل کرنے کے بعد خیال ہورہا ہے کہ علامہ شبلی نے میر انیس پر معرکہ آرا کتاب لکھی تھی۔ راقم کو ان کے معاصر اور ہم پایہ مرزا دبیر پر یہ حقیر کتاب پیش کرنے کا موقع ملا۔ یہ کام نہ ہو پاتا اگر مولانا سید عقیل الغروی صاحب کی پیہم تحریک واصرار نہ ہوتا، میں اس کے لئے ان کا ممنون ہوں، جن لوگوں کی میں بہت قدر کرتا ہوں۔ ان میں مولانا بھی ہیں، ان کی کسی خواہش کو رد کرنا میرے امکان میں نہیں، اس لئے یہ کام جس کو وہ مجھ سے بہتر کر سکتے تھے مجھے یہ کہہ کر کرنا پڑا کہ ؎

غبار راہ کو بخشا گیا ہے ذوق جمال
خرد بتا نہیں سکتی کہ مدعا کیا ہے

یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں مرزا دبیر کے حالات اور کمالات کا ذکر ہے۔ نام، تخلص، ولادت اور خاندان، تاریخ ولادت اور مولد، تعلیم اور اساتذہ، میر ضمیر سے تلمذ اور بے لطفی۔ علمی پایہ، شاعرانہ کمالات، مرثیہ خوانی کا انداز، دین داری اور مذہبیت، اخلاق و عادات، شادی، اسفار، وفات، اولاد و احفاد، لباس، غذا، اس باب کے ذیلی عنوانات ہیں۔ ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا مرحوم نے کس قدر محنت و تحقیق اور تلاش و تفحص سے ان کے حالات و سوانح قلم بند کئے ہیں۔

دوسرے باب میں مرزا دبیر کی تصنیفات کا تعارف و تجزیہ ہے، کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب نے عربی، فارسی اور اردو میں کتابیں اور کتابچے لکھے حتیٰ کہ سورۂ یوسف کی تفسیر بھی لکھی۔ اس باب میں مولانا نے ان کی چھوٹی بڑی، منظوم و منثور دس کتابوں کا ذکر کیا ہے جس میں ان کی مثنویات اور مراثی کے مجموعے بھی شامل ہیں۔ ان کی متعدد اشاعتوں کی بھی تفصیل قلم بند کی ہے۔ الحاقی مراثی کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ دراصل یہ باب مولانا کی تلاش و جستجو کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔

تیسرے باب میں مرثیہ کی تعریف، اجمالی تاریخ، آغاز و ارتقاء کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ بعض قدیم مرثیہ نگاروں کی کاوشوں کا بھی ذکر ہے۔ چوتھے اور آخری باب میں مرزا دبیر کی مرثیہ گوئی کے بعض نمایاں پہلوؤں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ان کے شاعرانہ کمالات اور فنی خصوصیات فصاحت و بلاغت، سلاست و روانی، جوش، روزمرہ کے استعمال اور صحت الفاظ وغیرہ پر ان کے کلام سے استدلال کیا گیا ہے۔

یہ کتاب مولانا مرحوم کے قلم کے ۹۳ صفحات پر مشتمل ہے، کتابت میں یہ ۲۰۰ صفحات سے کم نہ ہوں گے، البتہ پہلے باب کا ایک صفحہ دستیاب نہیں ہے، مرتب کرنے والوے کو اس خلا کو پر کرنا ہوگا۔

مولانا مرحوم نے ان چار ابواب میں مرزا سلامت علی دبیر کے حالات و سوانح اور شاعرانہ کمالات کا شاید ہی کوئی پہلو تشنہ چھوڑا ہو۔ راقم کے خیال میں یہ مرزا دبیر پر ایک بھرپور اور

مکمل کتاب ہے۔ان پر اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اور جو کتابیں شائع ہوئی ہیں، ان سب کا نچوڑ اس میں آ گیا ہے۔ایک نوٹ میں مولانا نے دبیر پر لکھی جانے والی تحریروں کی حیثیت پر بھی بحث کی ہے۔سچ یہ ہے کہ کئی حیثیتوں سے مطبوعہ کتابوں سے یہ ایک بہتر کتاب ہے۔اس کی اشاعت سے ہمارے ادبی ذخیرے میں گراں قدر اضافہ ہوگا۔

مولانا ضیاء الدین اصلاحی علامہ شبلی کی موازنہ انیس و دبیر کے بڑے مداح تھے، واقعہ یہ ہے کہ شبلی نے میر انیس کے محاسن اور شاعرانہ کمالات اور مرزا دبیر کے مقابلہ میں ان کی برتری ثابت کر کے اقلیم شعر و ادب میں ہمیشہ کے لئے ان کا سکہ رائج کر دیا، بلاشبہہ انھوں نے جو کچھ لکھا اس کی صداقت میں حرف نہیں لیکن اس کا یہ اثر بھی ہوا کہ مرزا دبیر کے شاعرانہ کمالات کی طرف وہ توجہ نہیں دی گئی جس کے وہ مستحق تھے، موازنہ کے جواب میں جو کتابیں لکھی گئیں مثلاً المیزان، ردالموازنہ اور تردید الموازنہ وغیرہ ان میں اگرچہ دبیر کی طرف داری کی گئی تھی اور ان کے محاسن شعری کو اجاگر کیا گیا تھا لیکن وہ موازنہ انیس و دبیر کے ہم پلہ نہ تھیں، مولانا مرحوم کی یہ کتاب اس کا ازالہ تو نہیں کر سکتی تاہم میر انیس کے مدمقابل کے اوصاف اور شاعرانہ کمالات کو اجاگر ضرور کرتی ہے، مولانا نے انیس کا ذکر جا بہ جا کیا ہے لیکن انیس سے موازنہ یا برتری ثابت کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی ہے۔

ادبی وتنقیدی حیثیت سے مولانا مرحوم کی یہ ایک اہم کاوش ہے۔اس سے ان کی سوانح نگاری اور تنقید نگاری پر کمال دسترس کا اندازہ ہوتا ہے، البتہ یہاں یہ کہنے میں عار نہیں کہ مولانا نے جدید تنقیدی افکار و نظریات سے کام نہیں لیا ہے اور نہ ہی اس حیثیت سے ان پر بحث کی ہے۔راقم کے خیال میں مشرقی شاعرانہ کمالات کے تجزیے میں مشرقی انداز تنقید ہی بہتر رویہ ہے اور غالباً مولانا نے بھی اسی پس منظر میں یہ کتاب لکھی ہے۔بلاشبہہ مولانا مرحوم کی یہ ایک اہم کاوش ہے، اس کی اشاعت ایک اہم ادبی خدمت ہوگی۔

---

[۷۸]

مولانا عبدالمجید ندوی شہید

جناب مولانا سلطان احمد اصلاحی

صفحات ۶۴، قیمت ۱۵ روپے،

ملنے کا پتہ: ادارہ علم وادب ۴/۱۱۳۰-سی حالی نگر سرسید نگر، علی گڑھ، یوپی

اعظم گڑھ اپنی مردم خیزی کے لئے معروف ہے مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب کا تعلق بھی اسی سرزمین سے ہے۔ وہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے لائق فرزند اور اردو کے اچھے مصنّف ہیں اب تک ان کے قلم سے کئی کتابیں اور بہت سے مضامین نکل چکے ہیں۔ زیرنظر کتابچہ میں انھوں نے سرزمین اعظم گڑھ کی ایک محترم ومقبول شخصیت مولانا عبدالمجید ندوی کے متعلق اپنے تاثرات واحساسات سپرد قلم کئے ہیں جس میں ان کے بعض حالات زندگی بھی آگئے ہیں۔

مولانا عبدالمجید ندوی ایک متبحر عالم دین اور محبوب استاد ومدرس تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سلیقہ مندی اور انتظامی صلاحیتوں سے بھی بہرہ ور کیا تھا۔ مدرسۃ الاصلاح کی ترقی میں ان کا خاص حصہ ہے۔ وہ کچھ دنوں تک جامعۃ الرشاد اور ماہنامہ الرشاد سے بھی وابستہ رہے۔ انھیں تحریر وتصنیف کا بھی عمدہ سلیقہ تھا جو ان کے چند مضامین سے ظاہر ہے۔ افسوس کہ دوسری مصروفیات نے ان کو اس باب میں زیادہ مہلت نہ دی۔ مولانا سلطان احمد اصلاحی نے ان کی ہمہ جہت اور دلنواز شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور نام نیک کو ضائع ہونے سے محفوظ کر دیا ہے تاہم ان کی مفصل سوانح عمری کی ضرورت اب بھی باقی ہے۔ مولانا سلطان احمد صاحب اصلاحی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اس فریضہ کی انجام دہی میں پہل کی۔ امید ہے یہ کتابچہ ان کی اور کتابوں کی طرح شائقین کے لئے باعث کشش ہوگا۔

[۷۹]

مولانا کاتبی نیشاپوری

مولانا عبدالسلام ندویؒ

صفحات ۲۸۸۔ قیمت ۵۰؍روپے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۸ء

ناشر: مولانا عبدالسلام ندوی فاونڈیشن۔ ۸؍پہلا منزلہ ہندوستان بلڈنگ

۱۰؍۲ٹی، پی اسٹریٹ ممبئی ۴۰۰۰۰۴

مولانا عبدالسلام ندوی نے صحابہؓ، تابعین تبع تابعین، ائمہ حدیث، بزرگان دین، شعراء اور دوسرے شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے اہل علم وکمال کے تذکرے بھی وقتاً فوقتاً لکھے ہیں جو ماہنامہ معارف میں شائع ہوئے ہیں۔ اگر ان کو جمع کر دیا جائے تو ایک جلد تذکرہ علمائے سلف کی بھی مرتب ہوسکتی ہے۔ انہی طویل مضامین میں ان کا ایک مضمون مولانا کاتبی نیشاپوری کے حالات وسوانح اور ان کی شاعری پر ہے۔ یہ مضمون معارف جولائی تا ستمبر ۱۹۴۰ء میں تین قسطوں میں شائع ہوا ہے، یہ اصلاً مولانا سید وزارت علی کے مرتبہ ''انتخاب کلام کاتبی'' کے مقدمہ کے طور پر لکھا گیا تھا جسے افادیت کے پیش نظر مولانا سید سلیمان ندوی نے معارف میں شائع کیا۔ اسے شعرالعجم کا ضمیمہ تصور کرنا چاہئے۔ اسے جناب پروفیسر کبیر احمد جائسی صاحب نے بڑے سلیقہ سے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

مولانا کاتبی نیشاپوری نویں صدی ہجری کے فارسی کے بڑے شاعر گذرے ہیں۔ ان کے حالات اور فکر وفن پر یہ پہلا معرکہ آراء مقالہ تھا اور سچ تو یہ ہے کہ مولانا نے تحقیق وتصنیف اور مطالعہ وتجزیہ کا حق ادا کر دیا ہے۔ اپنے موضوع پر یہ آج بھی ایک منفرد کاوش ہے۔

[۸۰]

مولانا محمد عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری حیات وخدمات

ڈاکٹر عین الحق قاسمی صاحب

صفحات ۲۵۹، قیمت؍ ۹۰ روپے، سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ نعیمیہ صدر بازار چوک ضلع مئوناتھ بھنجن، یوپی

اعظم گڑھ کے قصبات ومواضعات میں مبارک پور کو ایک ممتاز اور منفرد مقام حاصل ہے۔ یہاں متعدد مشاہیر اہل علم وفن پیدا ہوئے جن کی تابانی سے اس قصبہ کی تاریخ درخشندہ ہے۔ صاحبِ تحفۃ الاحوذی مولانا محمد عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری بھی اسی قصبہ کے گوہر شب چراغ تھے۔ وہ علوم دینیہ بالخصوص علم الحدیث میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اسی فنی عظمت اور بلند پائیگی کی بنا پر ان کا شمار ہندوستان کے صف اول کے محدثین میں ہوتا ہے۔ اس فضل وکمال اور تبحر علمی کے باوجود ان کی شخصیت اور کمالات کے ساتھ وہ اعتنا نہیں کیا گیا جس کے اصلاً وہ مستحق تھے۔ حد تو یہ ہے کہ ان کے مکتبۂ فکر نے بھی خاطر خواہ توجہ نہیں دی۔ جناب ڈاکٹر عین الحق قاسمی صاحب لائق ستائش ہیں کہ باوجود اختلاف مسلک کے محدث علیہ الرحمہ کی شخصیت اور کمالات کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا اور ایک عمدہ مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔

آٹھ ابواب پر مشتمل اس مقالے میں پہلے مبارک پور کی اجمالی تاریخ اور اس کے علمی ماحول کو پس منظر کے طور پر پیش کیا گیا ہے، بعد ازاں محدث علیہ الرحمہ کے حالات زندگی، ولادت، تعلیم وتربیت، اساتذہ وشیوخ اور ان کا مختصر تعارف، مشاہیر تلامذہ کا مختصر تعارف، مدارس ومکاتب کا قیام اور تدریسی خدمات، تصنیفات وتالیفات، ان کی اہمیت وافادیت بالخصوص تحفۃ الاحوذی کا مکمل تعارف اس کی خصوصیات وامتیازات، نیز فقہی اور طبی خدمات وغیرہ کی تفصیل سلیقے

سے پیش کی گئی ہے۔ آخر میں ان کے آخری ایام اوران کی شخصیت کے نمایاں خدوخال کواجاگر کیا گیا ہے۔ ان تمام مباحث کے ذریعہ محدث مبارکپوری کی مکمل شخصیت سامنے آجاتی ہے۔

ڈاکٹر عین الحق قاسمی صاحب کی گو یہ پہلی کاوش ہے تاہم ان کی تلاش وتفحص، تحقیق وجستجو، سنجیدہ علمی اسلوب اور تصنیفی سلیقہ مندی سے ان کی پختہ مشقی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان خوبیوں کی وجہ سے یہ مقالہ اردو کے سوانحی ذخیرے میں ایک عمدہ اضافہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

نقش اول ہونے کی وجہ سے بعض کمیوں کا رہ جانا خلاف توقع نہیں البتہ دوسرے ایڈیشن میں ان کی تصحیح ضروری ہے، مثلاً مبارک پور کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ ''یہاں کے علماء میں تدریس وتعلیم کے ساتھ تصنیف وتالیف کا خاص ذوق رہا جو اس ضلع اعظم گڑھ کے دوسرے اہل علم سے ان کو ممتاز کرتا ہے، بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ پورے ضلع کا تصنیفی سرمایہ ایک پلے میں رکھ دیا جائے اور علمائے مبارک پور کے تصنیفی کارنامے دوسرے پلے پر رکھ دیئے جائیں تو ان کا پلہ بھاری ہوجائے گا''۔ (ص ۳۷) یقیناً مبالغہ ہے۔ اسی طرح تحریک اہل حدیث کے اثرات کے سلسلے میں یہ لکھنا کہ اسی کے ذریعہ ''توحید کی حقیقت نکھاری گئی۔ قرآن پاک کی تعلیم وتفہیم کا آغاز ہوا، قرآن پاک سے براہ راست ہمارا رشتہ دوبارہ جوڑا گیا۔'' (ص ۳۱) اصلیت وواقعیت سے خالی اور مبنی برحقیقت نہیں اور یہ دعویٰ کہ ساری دنیائے اسلام میں ہندوستان ہی کو اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی۔ (ص ۳۱) اسی طرح قاسمی صاحب کے اس جملہ سے کہ ''سلف صالحین بالخصوص ائمہ اربعہ کے درمیان شدید مسلکی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کا کس قدر ادب واحترام تھا اور وہ رحماء بینہم کی کیسی اچھی تصویر تھے۔ (ص ۱۶) ابہام پیدا ہوتا ہے گویا ائمہ اربعہ ایک ہی عہد میں تھے۔ اس طرح کے بعض اور جملے بھی راہ پاگئے ہیں۔

محدث مبارک پوری کے اساتذہ میں علامہ شبلی کے ماموں مولوی محمد سلیم کا بھی ذکر ہے مگر یہ واضح نہیں کہ ان سے کب استفادہ کیا، کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کی بھی متعدد غلطیاں ہیں، لیکن ان معمولی کمیوں کی وجہ سے کتاب کی اہمیت وافادیت مجروح نہیں ہوئی، اس کے مطالعے کی

ہر شخص کو دعوت دی جاسکتی ہے۔ (ماہنامہ الرشاد، جون ۲۰۰۳ء)

---

[۸۱]

نمونہ سلف مولانا محمد احمد صاحبؒ

جناب مولانا شمس الحق ندوی صاحب

صفحات ۲۸۵، قیمت ۹۰/روپے، طباعت وکتابت معیاری، سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ پوسٹ بکس نمبر ۹۳ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، یوپی

حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ پرتاب گڑھی کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ان کی ذات مرجع خلائق اور سرچشمہ ہدایت تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ حضرت مولانا پرتاب گڑھی کی شخصیت اوران کی مبارک مساعی پر خاطر خواہ کام نہیں ہوا، حضرت الاستاذ مولانا مجیب اللہ صاحب ندویؒ کی کتاب اہل دل کی باتیں اور مولانا عمار صاحب کی تذکرہ مولانا محمد احمدؒ اور چند مضامین ماہنامہ الرشاد اور دیگر رسائل میں ضرور آئے لیکن حضرت پرتاب گڑھی کے فیضان معرفت کے لئے یہ بہت کم ہے۔

خوشی ہے کہ مولانا شمس الحق صاحب کی یہ کتاب اس کمی کی تلافی کرتی ہے، جس میں انھوں نے اپنے بزرگوں، احباب اورخوردوں سے عمدہ مضامین اس خوبی سے حاصل کئے ہیں کہ ان سے مولانا پرتاب گڑھی کی جامع شخصیت کے تقریباً تمام دلکش پہلو سامنے آگئے ہیں۔ ہر صاحب مضمون کو مولانا پرتاب گڑھی سے ایک تعلق رہا ہے۔مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی اور پروفیسر اجتباء ندوی کے علاوہ امتیاز پرتاب گڑھی اور میمونہ خاتون کے مضامین کا خاص اثر ہے۔ یہ مجموعہ ہر خاص وعام کے پڑھنے کے لائق ہے۔

شعری مجموعے

[۸۲]

دارورسن تک

مولانا افضال الحق جوہر قاسمی

صفحات۱۴۴، قیمت ۶۰ روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۰ء

ملنے کا پتہ دارالعلوم رسول پور گورکھپور، یوپی

ماہنامہ دانشور گورکھپور اور ماہنامہ ترجمان دارالعلوم دہلی کے مدیر جناب مولانا افضال الحق جوہر قاسمی صاحب بلند پایہ عالم دین اور ملی رہنما ہیں۔ان کی زندگی علوم دینیہ کے فروغ واشاعت اور قومی وملی خدمت میں گزری ہے۔ وہ درسی وغیر درسی کئی کتابوں مثلاً اسوۃ الحبیب، یسریٰ دلائل حنفیہ اور شرعی پنچایت کے اصول وغیرہ کے مؤلف ہیں۔کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وہ ایک پختہ اور منجھے ہوئے شاعر بھی ہیں۔ عامر عثمانی، خیری غازیپوری اور سعید سلطان پوری وغیرہ شعراء کی صحبت میں شاعری کا چسکا لگا جس کی سرشاری اب بھی قائم ہے۔ زیرنظر شعری مجموعہ ان کی دوسری کاوش ہے اس سے پہلے نجم سحر شائع ہوکر مقبول ہو چکا ہے۔اپنی شاعری کے بارے میں خود انھوں نے لکھا ہے کہ ''میری شاعری کا موضوع غم دوراں ہے، جب عمرہ پہ جاتا ہوں تو نعت ہو جاتی ہے، کہیں دل پر چوٹ پڑتی ہے تو نظم یا غزل بن جاتی ہے۔'' دارورسن تک کی ابتدا روایتی طور پر حمد ونعت سے ہوئی ہے۔نعت گوئی سے انھیں خاص مناسبت ہے،اس لئے اس میں کئی نعتیں شامل ہیں جو سرور کائناتؐ سے ان کی غیر معمولی محبت وعقیدت کا مظہر ہیں اور یہ پڑھنے والوں میں بھی حب رسولؐ کا جذبہ پیدا کرتی ہیں۔

نظموں میں تحریک آزادی کا دور آخر، اردو کی آپ بیتی، بابری مسجد، جنگ آزادی اور نگاہ

وغیرہ خاص طور سے متاثر کرتی ہیں۔ان کی غزلیں روایتی انداز کی ہیں،جس میں سوز وگداز اور درد وتڑپ کے ساتھ امنگ وحوصلہ بھی پایا جاتا ہے۔ان کی شاعری کا بنیادی جوہر ان کی مذہبی حمیت وغیرت ہے جو ان کی ہر کاوش میں نظر آتی ہے۔بطور نمونہ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یہ بے گور وکفن لاشیں دعائیں تم کو دیتی ہیں
خدا سمجھے انھیں جو عظمت آدم نہیں سمجھے

حسن چالاک سہی عشق ہے اب بھی سادہ
اور سیاست تو ہمیشہ کی خرافاتی ہے

گنتے تھے جن کو ہجر کے مارے تمام رات
برسا رہے تھے آگ وہ تارے تمام رات

بجلی کے اجالوں میں قیامت کا اندھیرا ہے
میں ساحر افرنگ کا فن دیکھ رہا ہوں

ان چند اشعار سے ان کی شاعری کا بہر حال پوری طرح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا جب تک کہ اس شعری مجموعہ کا مطالعہ نہ کیا جائے۔

---

[۸۳]

میزان آگہی

ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی

صفحات ۳۲۸، قیمت ۲۰۰/روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۱۱ء

ملنے کا پتہ: عدیلہ پبلی کیشنز، ڈومن پورہ ضلع مئو، یوپی

ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی شعر وادب، تحقیق وتنقید اور تعلیم کے میدان میں برسوں سے سرگرم کردار ادا کر رہے ہیں اور ان موضوعات پر ان کی گہری نظر بھی ہے، وہ کوئی کام سرسری اور سطحی کرنے کے عادی نہیں بلکہ محنت تدقیق اور دقت نظری کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ خاص طور سے ان کے تجزیے اور تعلیمی مسائل ومہمات پر ان کی تحریریں بہت قیمتی اور مفید ہوتی ہیں۔ اس میں جہاں معلومات کی ایک دنیا آباد ہوتی ہے وہیں ان کے تجربے، تحقیقات اور حسن استدلال ان کی تحریروں کو سند، وقعت اور وقار عطا کرتے ہیں۔ ان کی کتاب ''تعلیمی تجزیے'' اور ''تعلیمی جہات'' نہ صرف ان کے ماہر تعلیم ہونے کا ثبوت ہیں بلکہ ان سے ان کا قومی وملی درد بھی نمایاں ہوتا ہے۔

ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی کی ادبی وتعلیمی تحریروں کے انبار میں ان کی شعرگوئی اور شاعرانہ حیثیت دب کر رہ گئی ہے۔ حالانکہ وہ ایک پختہ مشق اور قادرالکلام شاعر ہیں۔ وہ برسوں سے دادسخن دے رہے ہیں۔ ان کا کلام خوبصورت اور دل نواز کیفیات کا مجموعہ ہے۔ اس میں تنوع اور گونا گونی ہے۔ ان کے اصل جذبات وخیالات کے نمونے نثری نگارشات کے مقابلے میں شعری تخلیقات میں زیادہ روشن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے فکری تنوعات وموضوعات میں ایک بنیادی موضوع

تعلیم بھی ہے۔ وہ مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی سے مضمحل اور افسردہ ہیں اور بار بار متوجہ کرتے ہیں کہ مسلمان تعلیمی ترقی کے بغیر ترقی کی منزلیں طے نہیں کر سکتے۔ وہ طرح طرح سے بھولا ہوا یہ سبق یاد دلاتے ہیں۔ کمیوں کوتاہیوں کو واضح کرتے ہیں۔ مجموعی طور سے جدید صالح اور قدیم نافع کے وہ علمبردار ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ قدیم تعلیم پر نیزہ زن اور جدید تعلیم کے بے راہ رو اور غیر مفید پہلوؤں کے ناقد ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ہماری عزت، وقار اور اعتبار کا راز تعلیم اور تعلیمی ترقی میں پوشیدہ ہے۔

نئی نسل کے جن شعراء نے مقصدی شاعری کو ترقی دی ان میں تعلیم اور تعلیمی مسائل کو شعری جامہ پہنانے کے لحاظ سے ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی ایک منفرد شاعر ہیں۔ ان کا شعری مجموعہ ''میزان آگہی'' اس لحاظ سے یقیناً ہمارے شعری سرمائے میں گرانقدر اضافہ ہے۔ امید ہے ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی کی نثری کاوشوں کی طرح ان کے شاعرانہ جذبات واحساسات کا بھی احترام کیا جائے گا۔

---

[۸۴]

نفائس النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سید نفیس الحسینی

صفحات ۶۴، سنہ اشاعت ۲۰۰۳ء، قیمت درج نہیں

ملنے کا پتہ: مکتبہ یحیوی، سہارن پور (یوپی)

سید انور حسین نفیس الحسینی، نفیس رقم کا نام محتاج تعارف نہیں۔ وہ نامور خطاط ہیں اور ان کی خوشنویسی کے شاہکار فن خطاطی کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ جس قدر خوب

صورت لکھتے ہیں اس سے کہیں زیادہ خوبصورت شعر کہتے ہیں۔ وہ منجھے ہوئے پختہ اور قادرالکلام شاعر ہیں۔ ان کی شاعری عشق حقیقی کا نمونہ اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ عشق حقیقی کی مختلف واردات اور انداز کا دلکش نمونہ ان کی شاعری میں ملتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

کیوں شکوہ غم اے دل ناشاد کرے ہے
اک غم ہی تو ہے جو تجھے آباد کرے ہے
دل محو محبت ہے اسے کچھ نہیں پروا
آباد کرے کوئی کہ برباد کرے ہے
ہاں ساقی کوثر سے صبا عرض یہ کرنا
اک رندسیہ مست بہت یاد کرے ہے

زیرنظر مجموعہ نعت ان کے دیوان برگ گل کا نعتیہ باب ہے جس میں ان کے عشق حقیقی کا پرتو صاف طور سے جھلکتا ہے۔ فن کی باریکی پر ان کی گہری نظر ہے۔ ان کے سوز وتپش نے ان کی شاعری کو کیف وانبساط کی ایسی دولت بخشی ہے جس کا لطف وحظ پڑھ کر ہی اٹھایا جاتا ہے۔ عشق رسول کا یہ جیتا جاگتا نمونہ ہر شخص کا دامن دل اپنی طرف کھینچتا ہے۔ امید ہے اس کی لطافت وشیرینی سے اہل ذوق شادکام ہوں گے۔

[۸۵]

نوائے سروش

جناب اثر انصاری صاحب

مرتبہ ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی، صفحات ۶۲، سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء

ناشر: عدیلہ پبلی کیشنز ڈومن پورہ (کساری) مئوناتھ بھنجن

جناب اثر انصاری صاحب قادرالکلام شاعر اور مشاق اہل قلم ہیں۔ انھوں نے نظم ونثر کے ذریعہ اردو زبان وادب کی بڑی خدمت انجام دی ہے، دبستان شبلی کے چند نامور انشاپرداز، تذکرہ سخنورانِ مئو، سفرحج کے شب وروز اور اردو شاعری میں ہندوتہذیب کی عکاسی ان کی نثری کاوشیں ہیں۔ لیکن اثر صاحب کا اصل میدان شعروشاعری ہے۔ اب تک ان کے پانچ شعری مجموعے، افکار پریشاں، زبانِ غزل، آئینہ درآئینہ، پیراہن گل شائع ہوکر دادوتحسین حاصل کرچکے ہیں۔

اثر انصاری نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے لیکن ان کا اصل میدان غزل گوئی ہے جس میں انھیں مہارت حاصل ہے۔ وہ غزل کی باریکیوں پر پوری نظر رکھتے ہیں۔ حمد ونعت سے آغاز کی پاکیزہ روایت کے مطابق اثر انصاری نے بھی ایک گدائے بےنوا کی طرح سرورکونین کے حضور میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے۔

نوائے سروش دراصل مجموعہ حمد ونعت ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس طرح اثر صاحب کو دوسری اصناف سخن پر دست رس حاصل ہے، اسی طرح حمد ونعت میں بھی ان کے جذبات نے کامیاب ترجمانی کی ہے۔ یہ مجموعہ دلکش اور مؤثر ہے اور کیف وسرور پیدا کرتا ہے۔ اس کی ترتیب وانتخاب کے لئے لائق مرتب ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی صاحب قابل ستائش ومبارک باد ہیں۔

---

[۸۶]

نوائے مغرب

جناب سرفراز نواز صاحب

صفحات ۱۱۷، قیمت ۴۵/ روپے، سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء

ملنے کا پتہ: سرفراز نواز، شعبۂ انگریزی شبلی نیشنل پی جی کالج اعظم گڑھ ۲۷۶۰۰۱

نوائے مغرب انگریزی کے مشہور شاعروں ولیم شکسپیئر، جان ڈن، جان ملٹن، جان ڈرائیڈن، الیگزنڈر پوپ، ولیم کانس، ولیم بلیک، پی بی شیلی اور جان کیٹس کی ان مشہور اور منتخب نظموں کا منظوم اردو ترجمہ ہے جو بی، اے انگریزی سال اول کے نصاب میں شامل ہیں۔ لائق مترجم نے افادیت کے پیش نظر ان شعراء کے حالات اور کارناموں کے ذکر کے ساتھ ان کی شاعری کو سمجھنے کے لئے انگریزی ادب کی تاریخ کی نشأۃ ثانیہ، جدید کلاسیکی اور رومانی ادوار کا ایک اجمالی جائزہ بھی قلم بند کر دیا ہے جس سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

جناب سرفراز نواز صاحب شبلی کالج کے شعبہ انگریزی کے لائق، ہونہار اور باصلاحیت استاذ ہیں، اس سے ان کی اٹھان کا بھی اندازہ ہوتا ہے، نوائے مغرب کے ساتھ نوائے مشرق سے ان کی گہری واقفیت، دلچسپی اور ماہرانہ گرفت اس منظوم ترجمے سے عیاں ہے۔ کتاب کے محرک اور مقدمہ نگار ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی کے بقول ''سرفراز نوازانگریزی زبان وادب سے گہری واقفیت رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی بہت سی تخلیقات پر ترجمہ کے بجائے طبع زاد ہونے کا گمان ہوتا ہے، یہ تخلیقات بڑی حد تک غیر فطری پن اور عجز بیان کے نقص سے پاک ہیں۔''

ترجمہ کتنی ہی مہارت سے کیا جائے اصل کا متبادل نہیں ہوسکتا، تاہم مترجم نے بڑی حد تک اصل سے قریب رہتے ہوئے اردو کا شعری جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے جو ان کی اردو اور

انگریزی پر بھرپور دسترس کی غمازی کرتا ہے، جان ملٹن کی مشہور نظم ’’On His Blindness‘‘ کا ایک حصہ ملاحظہ ہو۔

سوچتا ہوں روشنی آنکھوں کی کیسے کھوگئی
قبل اس کے کہ گزر پاتی یہ آدھی زندگی
ساری دنیا ہی مری خاطر اندھیری ہوگئی

خوبی اور مہارت کے ساتھ ترجمہ کرنے کے باوجود ممکن ہے ارباب نظر کو بعض شعری کمیوں کا احساس ہو لیکن یہ سرفراز نواز صاحب کی پہلی کاوش ہے اور وہ بہرحال قابل ستائش اور لائق مبارک باد ہیں۔ امید ہے آئندہ بھی وہ مشرق میں اسی طرح خوان مغرب سجاتے رہیں گے، یہ کتاب طلبہ کی افادیت کے پیش نظر قلم بند کی گئی ہے، لیکن اس کی عام افادیت بھی کم نہیں۔ امید ہے اس کی بھرپور پذیرائی ہوگی۔ (ماہنامہ الرشاد جنوری فروری ۲۰۰۳ء)

---

[۸۷]

نورِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

جناب علیم صبا نویدی

مرتبہ ڈاکٹر جاویدہ حبیب، صفحات ۱۲۰، قیمت ۳۰۰/ روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء

ناشر: تمل ناڈو اردو پبلی کیشنز: ۲۶۔ امیر النساء بیگم اسٹریٹ مونٹ روڈ چنئی ۲، ۶۰۰۰۰۲

شہنشاہ کونین کے دربار میں شعراء اخلاص وعقیدت کے نذرانے پیش کرتے رہے ہیں۔ جناب علیم صبا نویدی نے بھی اس صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔ اب تک ان کے تین نعتیہ مجموعے مراۃ النور، ن اور نور السمٰوٰت شائع ہو چکے ہیں۔ زیر نظر مجموعہ انہیں کا انتخاب ہے۔ اس میں ان

کی بعض تازہ نعتیں بھی شامل ہیں جس سے اس کی حیثیت ایک عمدہ مجموعہ کی ہوگئی ہے۔

نعت نگاری بڑا دشوار فن ہے، متعدد شعراء حد اعتدال سے متجاوز ہونے کی وجہ سے اس فن کا کماحقہ حق نہ ادا کر سکے لیکن علیم صاحب نے فن کو برتنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

پہنچا ہے اس مقام پہ عشقِ محمدی
کیفیتیں حیات کی روحانی ہوگئیں
سوئے مدینہ کیا اٹھی احساس کی نظر
دنیا کی ساری ظلمتیں انجانی ہوگئیں

ان کے ہاتھوں کئی صدیوں کے مقدر جاگے
نکہت ونور میں ڈوبے ہوئے منظر جاگے

مکاں میں نور ہوا اور لامکاں روشن
ہوئے ہیں شاہ مدینہ سے دوجہاں روشن

علیم صاحب نے نعتیہ سانیٹ بھی کہے ہیں۔ اس کا ایک انتخاب بھی اس میں شامل ہے۔

جدید شاعری اور لب و لہجے میں نعت کہنے والے کم ہیں۔ علیم صاحب اس کمی کو پورا کر رہے ہیں۔

امید ہے یہ نعتیہ مجموعہ سرورِ کونین کی محبت وعقیدت میں سرآنکھوں پر رکھا جائے گا۔

---

[۸۸]

یہ داغ داغ کہانی

ڈاکٹر اشفاق احمد اعظمی

صفحات ۲۲۱، قیمت/۱۵۰ روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۳ء

ملنے کا پتہ: فلاحی بک ڈپو تکیہ، اعظم گڑھ، یوپی

نام ونمود اور صلہ وستائش سے بے پرواہ ہوکر اردو زبان وادب کی خدمت کرنے والوں میں ایک اہم نام ڈاکٹر اشفاق احمد اعظمی کا بھی ہے۔ انھوں نے اردو زبان وادب کی درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ بڑی خدمت کی ہے۔ وہ شبلی نیشنل کالج کے شعبہ اردو کے نیک نام استاذ رہے، ان کی ذات سے سیکڑوں طلبہ نے فیض پایا، متعدد طلبہ نے ان کی زیر نگرانی تحقیق وریسرچ کا کام انجام دیا، اعظم گڑھ کے بعض شعراء نے بھی ان سے استفادہ کیا اور اپنے کلام پر اصلاح لی۔

اعظمی صاحب نظم ونثر میں یکساں مہارت رکھتے ہیں۔ ''نذیر احمد شخصیت اور کارنامے'' فسانۂ عجائب اور باغ وبہار کا تنقیدی جائزہ اور تواریخ ریسلاس وغیرہ ان کی نثری کاوشیں ہیں جو ان کی نثر نگاری میں مہارت اور ان کے ادبی وتنقیدی شعور کی غماز بھی ہیں۔ ان کے علمی وادبی اور تنقیدی مضامین ملک کے مؤقر ادبی رسائل وجرائد میں ایک عرصے سے شائع ہورہے ہیں۔ نثر ہی کی طرح انھیں نظم پر بھی قدرت حاصل ہے، وہ ایک عرصہ سے دادِ سخن دے رہے ہیں، ان کی بعض نظمیں اور غزلیں پروفیسر آل احمد سرور نے ہماری زبان میں بڑے اہتمام سے شائع کیں، یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور ان کی تحقیقات بڑے اہتمام سے ہماری زبان، آج کل، گلبن، انشاء، شب خون وغیرہ کی زینت بن رہی ہیں۔ زیر نظر کتاب ان کی نثری اور آزاد نظموں کا مجموعہ ہے۔ اشفاق صاحب چونکہ عرصہ سے دادِ سخن دے رہے ہیں، اس لئے ان میں بڑی مہارت پیدا ہوگئی

ہے، ان کا یہ مجموعہ تاثیر وتاثر کے ساتھ بیداری احساس کا فرض بھی ادا کرتا ہے۔ اشفاق صاحب ادب برائے ادب کے قائل نہیں بلکہ وہ ادب برائے زندگی کے حامی ہیں حالانکہ وہ ہر طرح کے ازم سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں، لیکن ان کی تخلیقات سے واضح طور پر جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ کہ شاعری وہ ہے جو زندگی میں مفید اور نفع بخش ہو۔

فنی لحاظ سے بھی اشفاق صاحب کی تخلیقات میں بڑی خوبیاں ہیں۔ رمزیت وانانیت علامت نگاری وغیرہ کے ساتھ ابہام وتشکیک اور تجسس پیدا کر کے وہ قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ استعارات وتشبیہات کی گو کثرت نہیں تاہم جہاں استعمال کرتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ حق ادا کرتے ہیں۔

ان کی زبان صاف ستھری ہے، البتہ کہیں کہیں عوامی اثرات سے وہ خود کو محفوظ نہیں رکھ سکے ہیں لیکن یہ عوامی اثرات بجائے خود اہم ہیں۔ ایک نظم ملاحظہ ہو۔

اگر آپ چاہتے ہیں کوئی ایسی کتاب
جس میں تمام دور کی تہذیب کا ہو ذکر
آجائیں پھر تو پاس میرے غم نہ کچھ کریں
اتنی سی بات کے لئے اتنی بھی کیا ہو فکر
عنوان زندگی پہ میں ایسا بیان دوں
پڑھنے کے لئے آپ کو ہندوستان دوں

اس مجموعہ کی بعض دوسری نظمیں بھی دامن دل کھینچ لیتی ہیں، ان میں برگد کا پیڑ، زندگی، دانہ ودوام، روشنی کے پھول وغیرہ خاص طور سے پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ امید ہے اسے ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

---

[۸۹]

المضرۃ والنقصان فی شرب الدخان

(یعنی تمباکونوشی کے نقصانات)

مصنف میر واعظِ کشمیر مولانا محمد یوسف شاہ

مرتب جناب عبدالرحمٰن کوندو، سنہ اشاعت جنوری ۱۹۹۵ء، صفحات ۵۶

قیمت دس روپئے، ملنے کا پتہ: الحسن بک سینٹر گندر پورہ نالہ مارروڈ سری نگر، کشمیر

تمباکونوشی کے نقصانات اور اس کے مضر اثرات سے ہر شخص اچھی طرح واقف ہے اور اسے صحت وتندرستی کے لئے انتہائی مضر بھی سمجھتا ہے مگر پھر بھی آج کثرت سے لوگ اس کے عادی ہیں۔ حقہ، بیڑی اور سگریٹ نوشی ایک فیشن ہوگیا ہے۔ ہماری ہر محفل ومجلس بغیر اس زہر قاتل کے نامکمل اور بے رونق سمجھی جاتی ہے۔ اس مضرت رساں فیشن کے خلاف گو آج آوازیں اٹھ رہی ہیں اور کچھ لوگ مضطرب دکھائی دے رہے ہیں اور اس کی روک تھام کے لئے کچھ ممالک جنھوں نے کبھی اس کو فروغ دیا تھا، اب پابندی کی بات کر رہے ہیں، مگر سب سے پہلے اس کے خلاف علماء ہی نے آوازیں اٹھائی تھیں اور اسے مکروہ قرار دیا تھا بلکہ بعض علماء نے تو بہت پہلے ہی اسے قطعاً حرام قرار دے دیا تھا۔ میر واعظ کشمیر مولوی محمد یوسف شاہ مرحوم کا یہ رسالہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں انھوں نے اپنے زمانہ میں تمباکونوشی کے نقصانات سے نہ صرف متنبہ اور واقف کرایا تھا بلکہ اس کے استعمال کو شرعی طور پر ناجائز ثابت کرتے ہوئے اس سے باز رہنے کی تلقین کی تھی اور تمباکونوشوں کے بہانوں اور ان کے خیالات کا جائزہ لیتے ہوئے ثابت کیا کہ

تمباکو کا استعمال صحت وتندرستی کے علاوہ شرعی نقطۂ نظر سے بھی مکروہ ہے۔ سابق میر واعظ کشمیر کے اس مختصر رسالہ کو عام افادیت کے تحت جناب عبدالرحمٰن کوندو صاحب ناظم علامہ انور شاہ اکیڈمی نے شائع کیا اور اس پر ایک مفصل اور گرانقدر مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں تمباکو اور اس کے نقصانات پر مختلف حیثیتوں سے بحث کی اور یہ بتانے کی کوشش کی کہ تمباکو نوشی قطعاً حرام ہے۔ انھوں نے اس زہر قاتل کے خلاف تحریک چلانے کی بھی درخواست کی ہے۔ آخر میں مولانا محمد حسین شاہ رفاعی کے ایک فتویٰ کا اقتباس بھی نقل کیا ہے جس میں انھوں نے تمباکو نوشی کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ اس کتابچہ کی کتابت وطباعت نہایت عمدہ ہے۔ اس کے لئے علامہ انور شاہ اکیڈمی کے ذمہ داران خصوصاً فاضل مرتب جناب عبدالرحمٰن کوندو صاحب لائق مبارک باد ہیں۔ امید ہے یہ رسالہ قبولیت عام حاصل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم تمام مسلمانوں کو تمباکو نوشی اور اس کے مضر اثرات سے محفوظ رکھے اور اس رسالہ کو تمام لوگوں کے لئے مفید بنائے۔

(ماہنامہ الرشاد مارچ اپریل ۱۹۹۵ء)

---

[۹۰]

کلیات طب کے مصادر ومراجع

مصنف ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی صاحب

طبع اول ۱۹۹۵ء۔ صفحات ۲۰۰۔ قیمت ۸۰/روپے

ملنے کا پتہ: اعجاز پبلشنگ ہاؤس ۲۰۶۰ کوچہ چیلان دریا گنج نئی دہلی۔۲

دنیا کے جن علوم وفنون کے ساتھ مسلمانوں نے خاص اعتناء کیا اوران کی ترویج وترقی اوراشاعت میں نمایاں حصہ لیا اورانھیں بام عروج تک پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی، فن طب انھیں علوم میں سے ایک ہے۔

یونانیوں نے اس فن کو جس شکل میں چھوڑا تھا مسلمانوں نے نہ صرف اس کی حفاظت کی اور بڑے آب وتاب کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا بلکہ اس میں گرانقدر اضافہ بھی کیا۔ اس کی مختلف حیثیتوں کو علاحدہ، علاحدہ مرتب ومنضبط کر کے ایک جامع فن کی شکل دی اور مفید عام بنانے کی بھرپور کوشش کی، پیش نظر کتاب اسی اہم سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اس کتاب میں تاریخ طب کے عہد قدیم سے عہد جدید تک کے چالیس مصادر ومراجع کلیات کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ بقول مصنف ''اس کتاب کی حیثیت طب یونانی کے اہم مصادر ومراجع میں کلیاتی مباحث کے اشاریہ کی ہے۔'' (ص۱۰) کلیاتی موضوعات پر داد تحقیق دینے والے اس کی مدد سے مصادر طب سے کماحقہ استفادہ کرسکیں۔'' اس کتاب کی اشاعت کا بنیادی مقصد ہے۔ (ص۱۰)

یہ کتاب دراصل جناب ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی صاحب کا وہ تحقیقی مقالہ ہے جس پر

انھیں اجمل خاں طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ۱۹۹۳ء میں ایم ڈی (ماہر طب) کی ڈگری تفویض کی گئی ہے۔

یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں موضوعات کلیات کا بیان اور لفظ کلیات کی تشریح اور فن طب میں اس کے استعمال کا ذکر ہے۔ دوسرے باب میں بقراط (م ۳۷۷ ق م) اور جالینوس (م ۲۰۰) کا مختصر تذکرہ اور ان کی کتابوں علی الترتیب کتاب الفصول اور جوامع الاسکندرانیین کا جامع تعارف ہے۔ تیسرے باب میں عہد اسلامی کے اطباء اور ان کی کلیاتی تصانیف کا عمدہ تعارف پیش کیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں شیخ الرئیس ابن سینا (م ۱۰۳۷ء) کی مشہور تصنیف القانون فی الطب کا تعارف کرایا گیا ہے، نیز اس کی متعدد شروح، حواشی، تلخیص اور تراجم کا بھی تعارف شامل ہے۔ اسی باب میں ابن سینا کے دوسرے رسالہ الارجوزہ کے تعارف کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ پانچویں باب میں ان مصادر کلیات کا تعارف ہے جو القانون فی الطب کے بعد وجود میں آئے۔ ہندوستان میں طب یونانی کا ماضی بڑا شاندار رہا ہے۔ چھٹا اور آخری باب ہندوستانی اطباء اور ان کے طبی کلیاتی کارناموں کے لئے مختص کیا گیا ہے۔ یہ باب دو حصوں میں ہے۔ پہلے حصہ میں قدیم ہندوستان کی ان طبی تصانیف کا تذکرہ ہے جو مصادر کلیات کا درجہ رکھتی ہیں اور دوسرے حصہ میں ان جدید طبی تصانیف کا تعارف ہے، جنھیں مصادر و مراجع کلیات کی حیثیت حاصل ہے۔ اسی حصہ میں حکیم اجمل خاں دہلوی کو بجا طور پر کلیات طب کی تاریخ کا سنگ میل قرار دیا گیا ہے۔ آخر میں کتابیات بھی ہے جس سے ان کی سعی و محنت اور تلاش و تفحص کا اندازہ ہوتا ہے۔

کتاب کا پیش لفظ پروفیسر انیس احمد انصاری صدر شعبہ کلیات اجمل خاں طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے لکھا ہے جن کی زیر نگرانی یہ مقالہ لکھا گیا ہے۔

کتاب کا تعارف جناب حکیم الطاف احمد اعظمی صدر شعبہ تاریخ طب و سائنس جامعہ ہمدرد دہلی کے قلم سے ہے۔ انھوں نے لائق مصنف سے یہ بجا توقع کی ہے کہ وہ کلیات طب کے

مصادر ومراجع کا تنقیدی وتجزیاتی مطالعہ پیش کریں۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر پہلی کوشش ہے۔اس سے جہاں کلیات طب کے مصادر ومراجع سے استفادہ کرنے میں مدد ملتی ہے وہیں تاریخ طب کا ایک مختصر خاکہ بھی سامنے آجاتا ہے۔اس گرانقدر مقالہ کے لئے ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی صاحب لائق صد مبارک باد ہیں۔طب سے دلچسپی رکھنے والے ہر شخص کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔امید ہے کہ اس سے بھر پور استفادہ کیا جائے گا۔

عمرانیات

[۹۱]

انقلاب الامم

مولانا عبدالسلام ندویؒ

صفحات ۱۸۸، سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء، ناشر: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

یہ مشہور فرانسیسی عالم ومفکر موسیو لی بان کی کتاب 'قوموں کی ترقی وتنزل کے نفسی قوانین' کے عربی ترجمہ سرتطور الامم (از احمد فتحی زغلول پاشا) کا نہایت رواں اور سلیس وشگفتہ اردو ترجمہ ہے، جسے بے حد پسند کیا گیا۔ اس کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے کہ:

''مولوی عبدالسلام صاحب نے اصل کتاب کا ترجمہ اتنا پرزور، موثر، بلیغ اور دلچسپ کیا ہے کہ اس سے بہتر نہیں ہوسکتا۔

اس کتاب میں ان نفسی اصول وقواعد اور اخلاقی قوانین کی توضیح وتشریح کی گئی ہے جن سے قوموں کی ترقی وتنزل وابستہ ہے۔ کتاب کا تعارف خود مترجم مولانا عبدالسلام ندوی کے قلم سے ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتے ہیں

''اس وقت جو کتاب آپ کے سامنے ہے وہ بھی دریائے نیل کی ایک لہر موسیو گستا ولی بان جو تمدن عرب اور تمدن ہند کے مصنف ہونے کی حیثیت سے ہندوستان میں محتاج تعارف نہیں ہیں۔ ان کی ایک فرنچ کتاب کے عربی ترجمہ کو ہم نے ان صفحات کے ذریعہ اردو میں منتقل کیا ہے جس کا اصلی نام (Les Lois Psychologegius Delevalution Des Pueple) یعنی قوموں کی ترقی وتنزل کے نفسی قوانین' ہے، جس میں ان نفسی

اصول اور اخلاقی قوانین کی تشریح گئی ہے جن کے ساتھ اقوام عالم کی ترقی و تنزلی وابستہ ہے، جس طرح ہر شخص میں ایک مخصوص روح ہوتی ہے جس کے مطابق وہ اپنے تمام ذاتی کام انجام دیتا ہے۔ اسی طرح ہر قوم کے قالب میں بھی ایک خالص روح ہوتی ہے جس کے مخصوص اخلاق وخواص ہوتے ہیں جو درحقیقت اس قسم کی تمام حرکات ترقی وتنزلی کا محور ہیں۔ یہ کتاب اسی قومی روح کی جلوہ طرازیوں کا مظہر ہے۔ آج کل جب کہ تمام دنیا میں ایک عام قومی کشمکش بر پا ہے، جب کہ ہندوستان اپنے قومی تار و پود کو مستحکم کر رہا ہے۔ جب کہ فرزندان اسلام اپنی بربادی کے ماتم سے فارغ ہوکر آئندہ کے لئے شاہراہ عمل کی تجویز میں مصروف ہیں۔ امید ہے کہ یہ کتاب ان کے خیالات کی توسیع میں بہت کچھ مدد دے گی۔''

(مقدمہ انقلاب الامم ص۳)

یہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ سے شائع ہونے والی مولانا عبدالسلام ندوی کی پہلی کاوش تھی، تاہم عمرانیات کے موضوع پر مولانا عبدالسلام ندوی نے یہ ایک بے حد اہم کتاب لکھی ہے۔ زوال کے دور میں حوصلہ کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

---

[۹۲]

اسلامی قانون فوجداری

ترجمہ: مولانا عبدالسلام ندوی

سنہ اشاعت ۱۹۲۹ء۔ صفحات ۴۵۳۔ قیمت درج نہیں

ناشر: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

یہ مولانا سلامت علی خاں کی تصنیف کتاب الاختیار کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں تعزیرات و جرائم کے متعلق اسلامی قوانین فوجداری کی تمام دفعات کو مختلف اصول وابواب میں فقہ کی مستند و معتبر کتابوں کے حوالے سے جمع کر دیا گیا ہے۔ مولانا نے یہ ترجمہ بھی بڑی دلجمعی کے ساتھ کیا ہے جس کی وجہ سے اس کی زبان وغیرہ میں بڑی سلاست، روانی و برجستگی پیدا ہوگئی ہے۔ مولانا عبدالسلام ندوی کے اس اہم کام سے علی العموم واقفیت نہیں۔

---

[۹۳]

القضا فی الاسلام

مولانا عبدالسلام ندویؒ

صفحات ۹۲۔ قیمت درج نہیں۔ سنہ اشاعت ۱۹۲۹ء

ناشر: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

یہ دراصل وہ مقالہ ہے جو مولانا عبدالسلام ندوی نے اورینٹل کانفرنس الہ آباد کے جلسے

میں پیش کیا تھا جو بعد میں ماہنامہ معارف میں قسط وار شایع ہوا، اس میں شہادت اور فصل مقدمات کے اسلامی اصول وقوانین کی توضیح وتشریح کی گئی ہے، نیز ضمناً قضا اور متعلقات قضا وغیرہ کی بھی تفصیلات قلم بند کی گئی ہیں، اپنے موضوع پر یہ نہایت بصیرت افروز کتاب ہے۔ اس کتاب کا مقدمہ مولانا سید سلیمان ندویؒ کے قلم سے ہے انھوں نے لکھا ہے کہ

> ''مولانا نے یہ مضمون ۱۹۲۶ء کے نومبر میں اورینٹل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ الہ آباد میں پڑھا تھا اور نئے موضوع ہونے اور مصنف کی تلاش ومحنت کے سبب سے خاص طور سے پسند کیا گیا تھا، اس موضوع پر اب تک اردو میں کوئی چیز نہیں لکھی گئی، اکثر وہ اشخاص جو اسلامی قانون سے دلچسپی رکھتے ہیں اس قسم کے معلومات کے خواہش مند رہتے ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس کو معارف میں بھی شائع کیا جائے اور علاحدہ رسالہ کی صورت میں بھی چھاپا جائے۔''

حقیقت یہ ہے کہ القضاء فی الاسلام اپنے موضوع پر ایک انتہائی اہم کتاب ہے۔ دارالقضا کے قاضیوں کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ ججوں کے لئے بھی اس کا مطالعہ افادیت سے خالی نہیں۔

---

[۹۴]

تاریخ فقہ اسلامی

مترجم: مولانا عبدالسلام ندویؒ

صفحات ۴۸۰، سنہ اشاعت ۱۹۶۱ء، ناشر: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

یہ مولانا عبدالسلام ندوی کی تصنیف نہیں بلکہ عربی کے مشہور عالم ومورخ محمد الخضری کی

کتاب تاریخ التشریع الاسلامی کا اردو ترجمہ ہے۔اس میں فقہ اسلامی کے چھ ادوار قائم کر کے ہر عہد کی فقہ کی تاریخ لکھی گئی ہے اور ہر عہد کے فقہاء کے حالات وسوانح اوران کے مذاہب،فقہی تغیرات وانقلابات،خصوصیات اورامتیازات کوشرح وبسط کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔فقہ اسلامی کی ترقی کے اسباب وعلل کی بھی وضاحت کی گئی ہے،جس سے فقہ اسلامی کی مفصل تاریخ سامنے آجاتی ہے۔اپنے موضوع پر یہ بھی ایک اہم کتاب ہے۔علامہ اقبال کی خواہش پر یہ کتاب دارالمصنّفین نے شائع کی۔

---

[۹۵]

جان ومال اورعزت وآبرو کا تحفظ

حضرت مولانا مجیب اللہ ندویؒ

سنہ اشاعت ۱۹۹۵ء،صفحات ۳۲، قیمت ر۱۰ روپے

ملنے کا پتہ: آل انڈیا ملی کونسل ۳۲/۱٦۱ جوگا بائی، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

یہ کتابچہ حضرت الاستاذ مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی کا ایک گرانقدر مقالہ ہے جسے آل انڈیا ملی کونسل دہلی نے نہایت اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے،اس میں مولانا مرحوم نے جان ومال اورعزت وآبرو کے تحفظ کے سلسلے میں اسلام کا موقف نہایت عمدہ انداز میں پیش کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس سلسلہ میں اسلام نے صرف ترغیب ہی نہیں دی بلکہ اسے قانونی حیثیت دے کر دیگر ادیان وملل کے مقابلہ میں ایک مضبوط ومستحکم نقطہ نظر پیش کیا ہے۔

یہ اردو میں اپنی نوعیت کی غالباً پہلی تحریر ہے۔اس موضوع پر مستقل اور مبسوط تصنیف کی ضرورت ہے۔ہم مولانا سے اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ اس مختصر تحریر کو مستقل ایک تصنیف

کا جامہ پہنا دیں تو اردو زبان میں ایک گرانقدر اضافہ ہوگا۔ یہ کتابچہ ہر شخص کے مطالعہ کے لائق ہے۔ آل انڈیا ملی کونسل کے علاوہ مکتبہ جامعۃ الرشاد سے بھی مل سکتا ہے۔ خشک علمی موضوع ہوتے ہوئے بھی تحریر کی شگفتگی میں فرق نہیں آیا ہے۔

---

[۹۶]

جواز الخطبہ بلسان السامع

عبداللہ فاروق

صفحات ۳۲۔ قیمت ۱۵/روپئے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء۔ ناشر: دار المعارف الاسلامیہ معروف پور، ضلع جون پور ۲۲۲۱۳۹ (یوپی)

زیرنظر رسالہ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ خطبہ جمعہ وعیدین سامع کی زبان میں ہی دینا درست اور مفید ہے۔ مؤلف نے اپنے موقف کی تائید میں متعدد دائمہ علم وفن اور بعض فقہاء کی آراء پیش کی ہیں۔ اس سلسلہ میں ہندوستان کے بعض اہل علم اور فقہا کی تحریروں سے بھی تائیدی حوالے دئے ہیں۔ ضمناً خطبہ کی اہمیت وافادیت بھی بیان کی گئی ہے۔ آخر میں خطبہ بہ زبان عربی کے قائلین کے دلائل کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان کی کمیاں دکھائی گئی ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ ''مقامی زبان میں خطبہ دینا جائز ہی نہیں بلکہ بہتر اور اقرب الی النصوص فی المقاصد ہے۔ (ص ۳۰) لائق مؤلف کی یہ کوشش اخلاص کے جذبے سے خالی نہیں تاہم موضوع کی نزاکت اور بحث وتحقیق کی متقاضی ہے اور اس جائزے کی بھی ضرورت ہے کہ عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں عجمی علاقوں میں صحابۂ کرام اور تابعین عظام نے کن زبانوں میں خطبات دیئے اور اس سلسلہ میں جمہور علمائے امت کا موقف کیا ہے۔ (ماہنامہ الرشاد جون ۲۰۰۳ء)

[۹۷]

رویت ہلال کے لئے فلکیاتی حساب معتبر ہے یا نہیں؟

جناب مولانا محمد شہاب الدین ندوی

صفحات ۲۰۔ قیمت درج نہیں۔سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء۔

شائع کردہ: فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ ۸۲ دسواں مین بی،ٹی،ایم،اے آرٹ

بنگلور نمبر ۲۹۔کرناٹک۔ہند

رویت ہلال کا مسئلہ عرصہ سے زیر بحث ہے۔ زیرنظر کتابچہ مولانا محمد شہاب الدین صاحب ندوی نے اس غرض سے لکھا ہے کہ اس مسئلہ کو اتفاق رائے سے طے کرلیا جائے تاکہ روزہ وعیدین میں اختلاف واقع نہ ہو۔فاضل مصنف نے بعض علماء وفقہا کے برخلاف فلکیاتی حساب کے حق میں اپنی رائے دی ہے۔امید ہے کہ اس کی طرف توجہ دی جائے گی۔

---

[۹۸]

فیضان رمضان

مرتبین: قاضی محمد حسن ندوی،مولانا اخلاق احمد کریمی

صفحات ۳۲۔ قیمت ۱۰/روپئے۔سن اشاعت ۲۰۰۴ء۔

ناشر: ندوۃ التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ (یوپی)

رمضان المبارک کے فضائل ومسائل اور اس کی اہمیت وافادیت پر مشتمل یہ رسالہ آسان اور عام فہم انداز میں جامعۃ الرشاد کے دو لائق اساتذہ نے مرتب کیا ہے، اس کا مطالعہ ہر خاص وعام کے لئے یقیناً مفید ہوگا۔(جنوری فروری ۲۰۰۵ء)

قرآنیات

[۹۹]

آیات متشابہات

جناب مولانا رضوان رشید صاحب قاسمی

سنہ اشاعت فروری ۱۹۹۹ء۔ صفحات ۴۸۔ قیمت درج نہیں

ناشر: مکتبہ نعمانیہ دیوبند ۲۴۷۵۵۴۔ (یوپی) ہند

قرآن مجید کی متعدد آیات میں بڑی مشابہت اور مطابقت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے حفاظ کرام اور خاص طور سے حفظ کرنے والے طلبہ کو بڑی دقتیں پیش آتی ہیں۔ زیرنظر رسالہ میں متشابہ آیات کی نشاندہی پاروں کی ترتیب کے لحاظ سے کی گئی ہے۔ حرف چند میں آیات متشابہات سے بچنے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے جس سے حفاظ اور طلبہ کو قرآن پڑھنے اور یاد کرنے میں بڑی سہولت ہوگی۔ لائق مرتب مولانا حافظ رضوان رشید قاسمی صاحب خود بھی حافظ قرآن ہیں اور انھیں متشابہات سے پیدا ہونے والی دشواریوں کا بخوبی اندازہ ہے۔ اس مفید رسالہ کی ترتیب کے لئے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں، طلبائے حفظ قرآن کے لئے یہ خاص طور پر بہت مفید ہے۔

---

[۱۰۰]

البلاغۃ القرآنیہ

مؤلفین: جناب مولانا اخلاق احمد کریمی، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا برکت اللہ قاسمی

صفحات ۱۷۵۔ قیمت ۷۰روپئے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۵ء

ملنے کا پتہ: اتحاد بکڈپو دیوبند ۲۴۷۵۵۴۔ سہارن پور، یوپی

فصاحت و بلاغت قرآن پاک کا ایک اعجاز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیروں نے بھی قرآن پاک کے اس اعجاز کا برملا اعتراف کیا۔ اس موضوع پر قدماء و متاخرین نے ایک بڑا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ موجودہ دور میں بھی اہل قلم اور مصنّفین نے اس کی داد دی ہے اور رہتی دنیا تک اس کا اعتراف کیا جاتا رہے گا۔

زیرنظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ مصنّفین کی خواہش ہے کہ قرآن پاک کی خدمت کرنے والوں میں ان کے نام آجائیں تو خوش نصیبی اور سعادت مندی کی بات ہوگی۔ یقیناً قرآن پاک کی کسی نوع سے خدمت سعادت اور خوش نصیبی ہے۔

فاضل مؤلفین نے محنت اور دیدہ ریزی کے ساتھ قرآن پاک کی بلاغت کے نمونے پیش کئے ہیں۔ دروس البلاغہ اور البلاغۃ الواضحہ کو سامنے رکھ کر مثالوں میں آیات قرآنی سے استدلال کیا ہے۔ اس کے اردو مفہوم لکھ کر اردو کے اشعار سے فصاحت و بلاغت کے رموز و نکات بیان کئے ہیں۔ تشریح و توضیح میں دوسرے اصطلاحی الفاظ کی بھی تشریح کی گئی ہے۔ غرض مؤلفین کی کوشش رہی ہے کہ موضوع کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے اور اس میں انھیں حتی المقدور کامیابی بھی ملی ہے۔ زبان و بیان اور اسلوب تحریر طلبہ و اساتذہ مدارس کو پیش نظر رکھ کر سہل اور عام فہم اختیار کیا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب ان کے لئے مفید اور لائق استفادہ ہے۔ مؤلفین جو جامعۃ الرشاد جیسے مایہ ناز ادارے کے

لائق اساتذہ ہیں۔علوم القرآن وحدیث پر ان کی گہری نظر ہے۔اس کی ایک مثال یہ کتاب بھی ہے۔ہم ان کی اس کاوش پر انھیں مبارک باد پیش کرتے ہیں۔(ماہنامہ الرشاد نومبر دسمبر ۲۰۰۵ء)

---

[۱۰۱]

دین میں قرآن کا مقام اور فہم قرآن کی اہمیت

جناب مفتی کلیم رحمانی

صفحات ۲۱۶۔ قیمت/۳۰ روپئے۔سنہ اشاعت جنوری ۲۰۰۰ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ رحمانی دارالقضاء وسنت نگر پوسد ۴۴۵۲۰۴ ضلع ایوت محل، مہاراشٹر

جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے، اس میں قرآن مجید کی عظمت و بلند پائیگی اور اس کی ضرورت واہمیت وافادیت، قرآن پاک اور احادیث کی روشنی میں بیان کی گئی ہے۔ بعض موضوعات مثلاً تعلیم قرآن، معانی قرآن، تدبر قرآن اور فضیلت قرآن وغیرہ پر بحث کر کے قرآن فہمی پر خاص زور دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ قرآن پاک کو معنیٰ اور مفہوم کے ساتھ پڑھنا لازمی ہے۔ایک مضمون میں قرآن پاک سے بے اعتنائی برتنے والوں سے متعلق وعیدوں کا ذکر ہے۔ مکی ومدنی دونوں ادوار میں تعلیم وتفہیم قرآن پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ نے جو محنت کی اس کی تفصیل بھی مؤلف نے پیش کی ہے۔ جو لوگ براہ راست قرآن مجید سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے ان کا ذکر بھی ہے۔

اس میں شبہہ نہیں کہ قرآن پاک دین کی اصل واساس ہے۔اس کے بغیر دین مکمل نہیں ہوگا، اس لئے قرآن پاک کی طرف بھر پور توجہ ضروری ہے۔ تلاوت بھی یقیناً اجر وثواب ہے لیکن بغیر معانی ومطالب کے اس کا فائدہ محدود ہے۔

چونکہ یہ کتاب مختلف وقتوں میں لکھے گئے مضامین کا مجموعہ ہے اس لئے مباحث کی تکرار کا احساس ہوتا ہے، مؤلف کا طرز نگارش عام فہم اور خطیبانہ ہے۔ کتابت وطباعت بھی بہتر ہے۔ کتابت کی متعدد غلطیاں ہیں، بڑھوتری وغیرہ جیسے الفاظ بھی جگہ پا گئے ہیں۔ سیرۃ النبی کے متعلق مؤلف کا یہ خیال کہ سیرۃ النبی کی تین جلدیں علامہ شبلی کے قلم سے ہیں اور بقیہ چار جلدیں مولانا سید سلیمان ندویؒ نے لکھی ہیں درست نہیں، سیرۃ النبی کی صرف دو ہی جلدیں علامہ شبلی کے قلم سے ہیں، بقیہ پانچ جلدیں سید صاحب نے لکھی ہیں۔ مولانا محمد حنیف ملی صاحب نے مقدمہ میں بعض مقامات محل غور لکھ کر اپنے اختلاف سے آگاہ کر دیا تھا، شاید مؤلف نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہ دی۔ ان کمیوں کو اگر درست کر دیا جائے تو یہ طلبہ اور عام لوگوں کے لئے ایک مفید کتاب ہوگی۔

---

[۱۰۲]

قرآن آپ سے مخاطب ہے

(حصہ اول)

مرتب: محمد ریاض الدین احمد

صفحات ۱۲۰۔ قیمت ۳۰/ روپئے۔ سنہ اشاعت ۱۹۹۴ء

تقسیم کار: کتابستان، کریلی اسکیم الہ آباد

ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیمی زبوں حالی کا احساس اور اس کے علاج کی فکر اور تڑپ رکھنے والی چند سرگرم اور متحرک تنظیموں اور اداروں میں دینی تعلیمی کونسل سب سے نمایاں ہے۔ ایک عرصہ سے یہ کونسل مسلمانوں کے تعلیمی مسائل پر عملاً توجہ مبذول کئے ہوئے ہے اور وقتاً فوقتاً وہ

تعلیمی پس ماندگی دور کرنے کے لئے کچھ منصوبے اور اسکیمیں بھی پیش کرتی رہتی ہے۔ زیرنظر کتاب اس کے منصوبہ ترویج القرآن کا ایک حصہ ہے جس کا مقصد مسلمانوں کو قرآن کے قریب لانا، اس کا پڑھنا اور سمجھنا اور زندگیوں میں انقلاب پیدا کرنا ہے۔ اس کتاب میں بقول مرتب ''یہ کوشش کی گئی ہے کہ عام تربیت مزاج کے لئے چند اہم مضامین کے تحت قرآنی آیات کا ترجمہ لوگوں کے کانوں میں بھرا جائے۔ مرتب کو اس بات کا بھی احساس ہے کہ ''ایک بہت بڑا طبقہ مسلمانوں کا ایسا ہے جو جاہل ہے، اس کے پاس اللہ کی آیات کو اسی کی زباں میں پہنچانا پڑے گا۔'' چنانچہ فاضل مرتب نے قرآن مجید کے بنیادی مضامین کو ہلکی پھلکی زبان میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں ایسے مضامین بھی شامل ہیں جن کا تعلق حالاتِ حاضرہ سے اور ملت کی حالیہ پریشانیوں سے ہے، ان مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے قرآن پاک کی واضح ہدایات سامنے لائی گئی ہیں۔

جناب محمد ریاض الدین احمد صاحب نائب صدر کونسل لائق مبارک باد ہیں، جنھوں نے اس کام کو محنت، دلچسپی اور خوش اسلوبی سے انجام دے کر عام مسلمانوں کی اصلاح وفلاح کے لئے ایک مفید کام کیا۔

۱۲۰ رصفحات کی یہ کتاب کتابت وطباعت کے لحاظ سے بھی بہتر ہے۔ امید ہے یہ عام مسلمانوں کو قرآن پاک کے قریب لانے کے لئے ایک اچھا ذریعہ ثابت ہوگی۔

---

[۱۰۳]

قرآن اور جدید سائنس

ڈاکٹر سید محمد انس ندوی

صفحات ۱۳۶۔ قیمت ۴۰/روپئے۔ سنہ اشاعت نومبر ۲۰۰۳ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ دارالمعارف ۶۳۹بی، وصی آباد، الہ آباد (یوپی)

جدید سائنسی تحقیقات نے بلاشبہ ایسے انکشافات کئے جو حیرت واستعجاب کا باعث ہیں۔ ان محیرالعقول واقعات نے ذہن ومزاج کے ساتھ عقائد وافکار وخیالات کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض مذاہب اوران کی تعلیمات بے معنی محسوس ہونے لگی ہیں مگر قرآن پاک کا یہ اعجاز اسلام کی حقانیت اور صداقت کا مظہر ہے کہ جدید سائنسی تحقیقات نے آج جو کچھ پیش کیا ہے ان کا ذکر ۱۴/سو برس پہلے قرآن پاک میں کیا جا چکا تھا۔

یہاں یہ سوال قائم ہوسکتا ہے کہ جب قرآن پاک میں ان رازہائے سر بستہ کی نشاندہی کی جا چکی تھی تو مسلمانوں نے اس کی طرف توجہ کیوں نہیں کی اور وہ دوسری قوموں کے مقابلے میں کیوں کر پیچھے رہ گئے۔ اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ابتدائی صدیوں میں مفسرین، محدثین اور مسلمان حکماء وفلاسفہ وغیرہ نے قابل قدر خدمات انجام دیں، مگر حکومت وسلطنت کے زوال نے بعد میں اس کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں دیا، تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ جدید تحقیقات کی جو منزل آج دکھائی دیتی ہے اس کے نقوش راہ اسلام نے متعین کئے، اس کتاب میں اسی اجمال کی تفصیل ہے۔

تخلیق انسانی، حواس انسانی، جنین انسانی، سمندر کی گہرائی، آسمانی کیفیت، گردش شمس

وقمر، شہاب ثاقب، زمین اوراس کے عجائبات، پہاڑ، بحروبر، حیوانات، چرندوپرندوغیرہ کے سلسلے میں جدید سائنس نے جوتحقیقات پیش کی ہیں یااس سلسلے میں جن امور کی نشاندہی کی ہے۔ زیرنظر کتاب میں بیانات قرآن سے ان کی مطابقت بدلائل ثابت کی گئی ہے کہ ان تحقیقات کوپیش کرنے کی اولیت کا فخر قرآن پاک کوحاصل ہے، بعض سائنس دانوں نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے جس کا ذکر فاضل مصنف نے کئی جگہ کیا ہے۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر بڑی اہمیت کی حامل ہے، واقعہ یہ ہے کہ فاضل مصنف نے حق ادا کردیا ہے اس سے ان کی قرآن وحدیث اور جدید سائنس پر گہری نظر کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اسلوب بیان بھی سادہ وسلیس ہے، البتہ مصنف نے متعدد ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جوعموماً اردو زبان میں استعمال نہیں ہوتے مثلاً انہار، بود، اعجاز خالد، متوفروغیرہ۔

اس موضوع پر اور بھی کتابیں شائع ہوچکی ہیں، مولانا محمد شہاب الدین ندوی مرحوم نے اس موضوع پر تاحیات کام کیا اس لئے اعادہ سے بچ کر اس بات کی نشاندہی کی جاتی کہ ان موضوعات پر سائنس دانوں کی ابتداءً کیا رائے تھی اور پھر اس میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں تو اس سے کتاب کی اہمیت اور بڑھ جاتی۔ اسی طرح ان موضوعات پر بھی روشنی ڈالنے کی ضرورت تھی جن میں سائنس دانوں نے قرآنی بیانات سے اختلاف کیا ہے تاکہ ان کی تحقیقات کی حقیقت اوران کا تعصب وعناد بھی سامنے آجاتا۔

قرآن سائنس کی کتاب نہیں بلکہ وہ دستور حیات، حکمت وموعظت اور کتاب ہدایت ہے۔ اس کے باوجود اس میں حکمت کی وہ تمام باتیں آگئیں ہیں جن تک انسان کی رسائی برسوں کی تلاش وجستجو کے بعد ہوئی۔ فاضل مصنف نے متعدد مقامات پر قرآن کی اس حیثیت کا بھی ذکر کیا ہے، البتہ اس کے اسباب کی وضاحت پیش کی گئی ہے، مجموعی طور سے یہ ایک معلومات افزا اور لائق ستائش واستفادہ کتاب ہے۔ (ماہنامہ الرشاد جولائی اگست ۲۰۰۴ء)

قرآن اہل کتاب اور مسلمان

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

طبع اول ۱۹۹۷ء۔ صفحات ۲۹۶۔ قیمت ۷۰؍ روپے۔

ناشر: ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی، دودھ پور علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عبرت ونصیحت کے لئے متعدد اقوام وقبائل کا ذکر فرمایا ہے۔خصوصاً اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے حالات وواقعات اور معاملات زندگی کو تفصیل سے بیان فرمادیا ہے۔ زیرنظر کتاب میں فاضل مصنف ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی نے اہل کتاب کی تاریخ وتہذیب اوران کے اعمال وافعال اور کردار کا جائزہ قرآن مجید کے بیان کی روشنی میں لیا ہے، اس میں ان اقوام کی خصوصیات، ان کے ذہنی وفکری رجحانات اور مخصوص حالات، اعمال وعقائد وواقعات مثلاً ان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات، ان کی گمراہیاں، تنبیہ اور سزائیں وغیرہ کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔ایک باب میں صالح اہل کتاب کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں ۔آخر میں اہل کتاب اور مسلمانوں کے بعض معاملات کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔اس طرح مطالعہ وتقابل ادیان کے لحاظ سے بھی یہ عمدہ کتاب ہے۔اس کی عمدگی اور خوبی اس سے ظاہر ہے کہ موضوع کا کوئی پہلو اور گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا گیا ہے۔مصنف اپنے اس مقصد میں بھی کامیاب ہیں کہ مسلمانوں کو عبرت ونصیحت حاصل ہو اور وہ ایمان ویقین کی دولت سے سرشار ہو کر احکام الٰہی پرعمل پیرا ہوں اور اعمال صالحہ سے آراستہ ہوں۔

کتاب کے بنیادی ماخذ میں قدیم وجدید تفاسیر کے علاوہ عہد نامہ قدیم وجدید بھی ہے۔ بعض دوسرے مصادر سے بھی استفادہ کیا گیا ہے،لیکن تعجب ہے کہ پچاس برس پہلے حضرت مولانا

مجیب اللہ ندوی نے اہل کتاب صحابہ وتابعین جیسی بلند پایہ کتاب لکھی تھی اس کا ذکر کتابیات تک میں موجود نہیں ہے۔ کتابت کی غلطیوں کے باوجود طباعت شاندار ہے۔

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی وسیع المطالعہ عالم ہیں۔ گذشتہ پندرہ سال سے وہ علوم اسلامیہ کے مختلف موضوعات پر داد تحقیق وتحریر دے رہے ہیں۔ اب ان کے قلم میں پختگی، سنجیدگی وروانی کے جوہر نمایاں ہیں۔ جس کا ثبوت یہ کتاب بھی ہے۔ اردو کے معیاری مستند اور معتبر ذخیرہ تصنیفات میں یہ کتاب ضرور شامل کی جائے گی۔ امید ہے کہ اسے عام قبولیت وپذیرائی حاصل ہوگی۔

---

[۱۰۵]

قرآن اور سائنس

مرتبین پروفیسر عبد العلی، ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی

صفحات ۳۲۰، سنہ اشاعت ۲۰۰۳ء، ناشر: ادارہ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

قرآن پاک لازوال کتاب ہدایت اور دستور حیات ہے۔ فوز وفلاح کے اس نسخہ کیمیا میں عبادات اور اخلاق ومعاملات کے علاوہ حیوانات، نباتات، جمادات، فلکیات، معاشیات اور تاریخ وسیاسیات کا بھی ذکر آیا ہے۔ ان کے اسرار پر تدبر وتفکر کی دعوت خود قرآن پاک نے دی ہے۔ زیر نظر کتاب اسی تدبر وتفکر کا ثمرہ ہے۔ یہ اصلاً ان تحقیقی مقالات کا مجموعہ ہے جو ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی کے قرآن اور سائنس سمینار میں پیش کئے گئے تھے۔ اس میں علم الجنین، تخلیق ازواج، ستۃ ایام، پانی، طب وصحت اور ماحولیات سے متعلق جدید تحقیقات اور قرآنی بیانات وتعلیمات کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں خاص طور سے قرآنی نظریات کی توضیح وتشریح کی گئی ہے۔ چند معروف تفسیروں کے سائنسی اور عقلی مباحث کی وضاحت اور ان کی اہمیت وافادیت بھی

واضح کی گئی ہے۔ ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی نے آیات قرآنی کی سائنسی تعبیر وتشریح میں افراط وتفریط اوراس کے مضمرات کی نشاندہی کے ساتھ اس کے تدارک پر زور دیا ہےاورحزم واحتیاط کو ضروری قرار دیا ہے۔ پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے تخلیق ازواج کے سلسلے میں قرآن اور سائنس کے بنیادی اصول وکلیات پر روشنی ڈالی ہے جو گہرے مطالعہ قرآن اور جدید تحقیقات پر ان کی باریک نظر کے ساتھ تدبر وتفکر کا سامان بھی فراہم کرتا ہے۔

اس کتاب کی ہر بحث متاثر کرتی ہے لیکن کلیدی خطبہ کتاب کی جان ہے جو قرآن اورسائنس کے موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کا یہ خیال ہے کہ قرآن اور سائنس کے مطمح نظر میں یہ بنیادی فرق ہے کہ قرآن مثبت اندازفکر فراہم کرتا ہے جب کہ سائنس کی ابتداء ہی نفی سے ہوتی ہے۔ اس لئے اور بعض دوسرے عوامل کی بنیاد پر جدید تحقیقات کے ردوقبول میں حزم واحتیاط لازمی ہے۔

یورپ نے بلاشبہہ جدید تحقیقات کے ذریعہ نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں لیکن ان کی ہر تحقیق کو قرآن سے ثابت کرنا اور اسے اعجاز قرآنی سے تعبیر کرنا افراط وتفریط پیدا کرسکتا ہے اورایک عام شخص کے دل میں یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ آخر ان تمام تحقیقات کو اگر قرآن نے ۱۴سو برس پہلے ہی بیان کر دیا تھا تو ان کی نشاندہی کیوں نہیں کی گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ سائنس کے قدم جہاں تک پہنچے ہیں اور جہاں تک پہنچیں گےان میں قرآن سے رہنمائی ضرور حاصل کی جاسکتی ہے لیکن وہ تحقیقات جو قرآن سے مطابقت اور میل نہیں کھاتیں یقیناً وہ صحیح رخ پر نہیں ہیں۔ اس کی نشاندہی بھی ضروری ہےاور یہی وہ موڑ ہے جہاں ہمارے محققین کا قلم رک جاتا ہے،اس پر بھی توجہ کی ضرورت ہے۔ یہ قیمتی مفید اور معلومات افزاء کتاب اصلاً غور وخوض اور تدبر وتفکر کی دعوت ہے۔ فاضل مرتبین اور منتظمین سمینار مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ان کے مساعی سے اردو کے ذخیرہ میں ایک قیمتی کتاب کا اضافہ ہوا۔ (ماہنامہ الرشاد دسمبر ۲۰۰۴ء)

[۱۰۶]

قرآن اور مستشرقین

مولانا جرجیس کریمی صاحب

صفحات ۱۰۲، قیمت تیس روپے، سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء ناشر ادارہ خدمت خلق دمکا (بہار) ملنے کا پتہ ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی پان والی کوٹھی دودھ پور، علی گڈھ۔

مستشرقین نے اپنے چند خاص مقاصد کی تکمیل کے لئے علوم اسلامیہ سے خاص دلچسپی کا اظہار کیا اور اس کے پیرائے میں اعتراضات والزامات کا ایک دفتر قائم کر دیا۔ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں چند اہل علم نے اس کی زہرناکی کو محسوس کر کے مستشرقین کے انداز میں ہی ان کے تار و پود کو بکھیر کر ان کے خیالات کے نقائص کو پوری طرح واضح کیا۔ ضرورت تھی کہ مستشرقین نے اسلام، شارع اسلام اور شعائر اسلام وغیرہ پر جو اعتراضات والزامات عائد کئے ہیں ان کا جائزہ لے کر ان کی حیثیت وحقیقت واضح کی جائے۔ زیر نظر کتاب میں جناب مولانا جرجیس کریمی صاحب نے استشراق کی تاریخ، مستشرقین اور ان کی قسمیں ان کے مقاصد اور طریقہ کار وغیرہ کا جائزہ لیا ہے۔ ایک باب میں قرآن پاک پر مستشرقین کے اعتراضات کے نشاندہی کر کے ان کا جائزہ بھی لیا ہے۔

قرآن پاک سے متعلق مستشرقین اور ان کی علمی کاوشوں کی ایک فہرست بھی نقل کی گئی ہے اور مختلف ممالک کے مستشرقین کا ذکر کیا گیا ہے۔

لائق مصنف نے مستشرقین کے افکار ونظریات کو جس سلیقہ اور خوبی کے ساتھ یکجا کیا ہے اس کے لئے وہ مبارکباد اور ستائش کے مستحق ہیں۔

لائق مصنف کی یہ پہلی کاوش ہے، اس کے باوجود اپنے موضوع کا حق ادا کرتی ہے ہم ان

سے گزارش کرتے ہیں کہ اس سلسلہ کو وہ اور آگے بڑھائیں۔

---

[۱۰۷]

قرآن کا فلسفۂ کائنات

مولانا محمد شہاب الدین ندوی

فرقانیہ اکیڈمی، مین فرسٹ کراس، بی، ٹی، ایم فرسٹ اسٹیج بنگلور۔۵۶۰۰۲۹ (انڈیا)

تخلیق کائنات کا سبب اور مقصد قرآن پاک میں موجود ہے، البتہ جدید سائنسی تحقیقات اور سائنس دانوں کے افکار و خیالات کے پس منظر میں ضرورت تھی کہ اس سلسلہ میں قرآنی بیانات کا ازسرنو جائزہ لیا جائے۔ باطل اور بے بنیاد خیالات کی تردید کی جائے اور قرآن کے فلسفہ کائنات اور اس کی ابدی سچائیوں کو اجاگر کیا جائے اور دکھایا جائے کہ خالق کائنات نے کیوں کر تخلیق کائنات کی۔ یہ اہم کام وہی شخص انجام دے سکتا تھا جس کی نظر قرآن وحدیث اور علوم جدیدہ پر یکساں ہو۔ مولانا محمد شہاب الدین مرحوم نے اسی نوع سے قرآن پاک کے مطالعے کو اپنا مطمح نظر قرار دیا تھا اور انھوں نے قرآن کے فلسفہ کائنات کی تفصیل سے وضاحت کی ہے اور دکھایا ہے کہ قرآن اور کائنات دونوں وجود باری کی دلیل ہیں، دونوں میں مطابقت ہے جس سے معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

بعض جدید عمل سائنس ٹسٹ ٹیوب' بے بی اور کلوننگ وغیرہ زیر بحث لا کر اس سے پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کا بھی ازالہ کیا ہے۔ یقیناً یہ کتاب غور و فکر کی دعوت دیتی ہے امید ہے۔ اس کی طرف اہل علم بالخصوص علماء خاص طور سے توجہ دیں گے تا کہ اس نوع کے مطالعہ قرآن کی اہمیت و افادیت واضح ہو سکے۔ (ماہنامہ مارچ اپریل ۲۰۰۴ء)

[۱۰۸]

متشابہات آیات قرآنیہ

جناب مولانا شکیل احمد مظاہری صاحب

صفحات ۱۲۴ قیمت چالیس روپے، سنہ اشاعت اکتوبر ۲۰۰۲ء ملنے کا پتہ: فضل بک ڈپو

جامع مسجد ریلوے کوڈر، ضلع کڈپہ، آندھرا پردیش ۵۱۶۱۰۱۔

قرآن پاک کی متعدد آیات میں بڑی مشابہت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے حفاظ قرآن کو تشابہ ہو جاتا ہے اور وہ کہیں سے کہیں اور تلاوت کرنے لگتے ہیں اس مشکل کو دور کرنے کے لئے جناب مولانا شکیل احمد مظاہری صاحب نے یہ کتاب مرتب کی ہے۔ اس میں انھوں نے سولہ سو سے زاید متشابہ آیات قرآنیہ کو ترتیب قرآن کے طرز پر جمع کر دیا ہے اور ایک دوسرے سے متشابہ آیات کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ حفاظ کرام اگر اسے سامنے رکھیں تو انھیں متشابہات کی مشکل سے بچنے کے امکان ہیں، مگر راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس مشکل سے بچنے کے لئے زیادہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان متشابہات کو ذہن نشین کر لیا جائے، اس کتاب میں متشابہات کی نشاندہی کر کے ذہن نشین کرنے کی جو ترکیب بتائی گئی ہے وہ گو آسان نہیں ہے تاہم اس کتاب سے حفاظ کرام کو ضرور فائدہ پہنچے گا۔ (ماہنامہ الرشاد مارچ ۲۰۰۳ء)

---

[۱۰۹]

مجموعہ آیات قرآنی

(حصہ اول)

انتخاب وترتیب جناب اشفاق احمد غازی پوری

صفحات ۴۳۲، قیمت ۲۰۰ روپے، سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء

ملنے کا پتہ، اشفاق احمد غازی پوری ۸۲۰/۳۷ زبیر گولر، وارانسی (یوپی)

قرآن پاک کی جن آیتوں میں دلائل توحید، احکام خداوندی، امم سابقہ کے قصے، جنت ودوزخ، وعدہ، وعیدوں کا بیان ہے۔ زیرنظر مجموعہ میں انھیں قرآنی ترتیب کے مطابق یکجا کردیا گیا ہے۔ ترجمہ اور بعض تشریحات حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن سے ماخوذ ہیں۔ ان کی ایک عمدہ فہرست بھی درج کی گئی ہے۔ اس کا مقصد عبرت ونصیحت اور زندگیوں میں انقلاب پیدا کرنا ہے۔ اس کے مرتب جناب اشفاق احمد غازیپوری کے جذبہ اخلاص اور ملی ہمدردی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان کی یہ مفید کاوش ہر خاص وعام کے لئے افادیت کی حامل ہے۔

مجموعہ آیات قرآنی کا یہ پہلا حصہ پندرہویں پارہ تک کی آیات پر مشتمل ہے، دوسرے حصہ میں بقیہ آیات اوران کا ترجمہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تکمیل کی توفیق عطا فرمائے اور اشفاق صاحب کی اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے۔ (ماہنامہ الرشاد اعظم گڑھ جون ۲۰۰۳ء)

---

[۱۱۰]

مجموعہ آیات قرآنی

(حصہ دوم)

جناب اشفاق احمد غازی پوری

صفحات ۷۲، سنہ اشاعت ۲۰۰۳ء ملنے کا پتہ: اشفاق احمد غازیپوری ۲۰/۷۳/ اے

محلّہ زیر گولرو ارانسی ا (یوپی)

قرآن پاک کی خدمت شرف وسعادت کی بات ہے۔ اسلاف نے اس کے لئے اپنی پوری زندگیاں صرف کردیں۔

جزی اللہ بالخیرات عناائمۃ لنا نقلواالقرآن عذباً وسلسلاً

قرآن پاک ایک ایسا دستور حیات ہے جس میں زندگی کی تمام کامیابیوں اور کامرانیوں کے اصول وضوابط واضح طور پر موجود ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ کلام الٰہی سے اپنی زندگی کو سنوارا جائے، اس سے استفادہ عام کرنے کے لئے مفسرین، محققین اور علوم القرآن کے ماہرین نے ہر دور میں شغف وانہاک رکھا، کسی نے نقوط واعراب لگائے، کسی نے تفسیر بیان کی، کسی نے اس کی کاپیاں تیار کیں، کسی نے تجوید وقرأت کی طرف توجہ دی اور کسی نے دور جدید کی تحقیقات سے اس کی مطابقت دکھلائی۔ یہ ایک سلسلہ ہے جس میں حصہ پاجانا سعادت کی بات ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ زریں کی ایک کڑی ہے۔

یہ قرآن کریم کی ان آیات کا مجموعہ ہے جو دلائل توحید، احکام خداوندی، اوامر ونواہی، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور انبیاء کرام کے ذکر میں ہیں، افادیت کے پیش نظر حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ترجمہ اور بیان القرآن سے اس کی تشریحات درج کی گئی ہیں۔ مذکورہ موضاعات کی

ایک مفصل فہرست بھی دی گئی ہے جس سے ان موضوعات سے متعلق قرآنی آیات کو بہ آسانی تلاش کیا جاسکتا ہے۔ اس کی ترتیب پاروں کی ترتیب پر ہے۔ بلاشبہ یہ ایک اہم اور وقیع کام ہے۔ فاضل مرتب جناب اشفاق احمد غازی پوری لائق ستائش ومبارکباد ہیں کہ انھوں نے انتہائی محنت اور جاں فشانی سے یہ مبارک کام انجام دیا۔

اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے اور لوگوں کے لئے نافع بنائے، کتاب مصنف کے پتے پر دستیاب ہے۔ (ماہنامہ الرشاد اعظم گڑھ اکتوبر نومبر ۲۰۰۴ء)

---

[۱۱۱]

منظوم ترجمۃ القرآن الکریم

(پارہ عم)

جناب انجم عرفانی صاحب

صفحات ۷۳ ہدیہ ۱۰۰/۰۰ روپے، سنہ اشاعت ۲۰۰۰ء

ملنے کا پتہ: نصرت پبلشرز حیدری مارکیٹ امین الدولہ پارک لکھنؤ ۲

مسلمان دنیا کے جس خطے میں پہنچے اپنے ساتھ کتاب ہدایت قرآن مجید بھی لے گئے۔ اسی وجہ سے عربی زبان کی تعلیم کو تمام عالم میں فروغ حاصل ہوا لیکن انھوں نے اپنی علاقائی زبانوں پر بھی توجہ دی اور قرآن مجید کے معانی ومطالب کو عام کرنے کی غرض سے ان زبانوں میں اس کے ترجمے بھی کئے۔ اردو زبان میں پہلا ترجمہ قرآن خاندان ولی اللّٰہی کے ایک فرد شاہ عبدالقادر دہلوی (۱۲۳۰ھ) کے قلم سے نکلا اور یہ ایسا بابرکت آغاز تھا کہ اردو تراجم وتفاسیر کا ایک طویل سلسلہ زریں جاری ہوگیا اور نثر کے ساتھ بعض حوصلہ مندوں نے منظوم ترجمے بھی کئے۔ زیر نظر

ترجمہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اور خاص بات یہ ہے کہ اس میں شاعر نے روایتی شعری تجربوں کے برعکس آزاد شاعری کا سہارا لیا ہے، اس طرح کی غالباً یہ پہلی کوشش ہے۔

جناب انجم عرفانی صاحب منجھے ہوئے اور پختہ شاعر ہونے کے علاوہ قرآن مجید سے محبت رکھتے ہیں۔ اسی تعلق و محبت کا نتیجہ زیر نظر منظوم ترجمہ ہے، جو پارہ عم پر مشتمل ہے۔ قرآن پاک کا منظوم ترجمہ کرنا پل صراط سے گزرنے کے مترادف ہے جس میں ذرا سی لغزش و بے احتیاطی سے مفہوم کچھ کا کچھ ہوسکتا ہے لیکن اس ترجمے میں بڑی احتیاط نظر آتی ہے۔ فنی لحاظ سے اگر بعض خامیاں در آئی ہیں تو شاید اس میں شاعر کی مجبوری کو دخل ہے، تاہم ترجمہ میں بظاہر کوئی فرق واقع نہیں ہوا ہے۔ تلاوت کے ثواب کے ساتھ یہ نشاط روح کا باعث بھی ہے۔

---

[۱۱۴]

منظوم ترجمۃ القرآن الکریم

(تبارک الذی)

جناب انجم عرفانی صاحب

صفحات ۲۷، ہدیہ: ۱۵۰/روپے، سنہ اشاعت ۲۰۰۰ء

ملنے کا پتہ ۸۱/بلوہا بلرام پور۔ا، یوپی

جناب انجم عرفانی صاحب جنھوں نے آزاد شاعری میں قرآن مجید کے ترجمہ کا کام شروع کیا ہے وہ ماشاءاللہ آگے بڑھتا جارہا ہے۔ اس سے پہلے پارہ عم کے ترجمہ کا ذکر الرشاد میں آچکا ہے اب انتیسویں پارہ تبارک الذی کا ترجمہ ہمیں موصول ہوا ہے۔ یہ بھی پہلے کی طرح ہے، البتہ ناشر سے یہ شکوہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کتابت وطباعت شایان شان نہیں جس کا بہر حال لحاظ

ضروری ہے۔

---

[۱۱۳]

مولانا ابواللیث ندویؒ کے قرآنی مقالات

مرتبہ جناب عمیر منظر

صفحات ۱۲۰۔ پچاس روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء

ملنے کا پتہ: نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی ۲۰۳۵ گلی قاسم جان، بلی ماران، دہلی ۱۱۰۰۰۶

مولانا ابواللیث ندوی مرحوم کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ وہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے مگر تحریک اسلامی کی قیادت ورہنمائی نے ان کے دوسرے اوصاف وکمالات کو اجاگر ہونے کا موقع نہیں دیا۔ وہ منجھے ہوئے پختہ اہل قلم بھی تھے۔ بڑی صاف ستھری اور علمی نثر لکھتے تھے۔ ان کے متعدد مضامین ومقالات معاصر رسائل وجرائد کی زینت بنے جن سے ان کے ایک بڑے مصنف ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے اس پہلو کو واضح کرنے کی ضرورت تھی، زیر نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک کوشش ہے۔ اس میں مولانا کے قرآنی مقالات کو رسائل وجرائد سے یکجا کر دیا گیا ہے۔ یہ مضامین بڑی اہمیت وافادیت کے حامل ہیں اور پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ خاص طور سے ''قرآن مجید اور سجع'' ایک بہت ہی عمدہ مقالہ ہے۔ ان مضامین سے مولانا کی قرآنی بصیرت اور قرآن پر گہری نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ لائق مرتب جناب عمیر منظر صاحب اس کوشش کے لئے لائق ستائش ومبارکباد ہیں۔

مولانا ابواللیث ندوی کی شخصیت اوران کے کارناموں پر اب تک کوئی عمدہ کام نہیں ہوا ہے۔ ضرورت ہے کہ ان کی شخصیت اور خدمات کا مکمل جائزہ لیا جائے اور دکھایا جائے کہ مولانا کن

کن خوبیوں کے حامل تھے اور ان کی شخصیت سے کس طرح فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ زیر تبصرہ مجموعہ مضامین میں بھی ان کے حالات وسوانح اور کارناموں کا اجمالی مرقع ہونا چاہئے تھا اور خاص طور سے ان کی قرآنی بصیرت پر بھی روشنی ڈالنی چاہئے تھی، معلوم نہیں کیسے یہ پہلو لائق مرتب کی نظر سے چوک گیا۔ امید ہے وہ آئندہ یہ فریضہ بھی انجام دیں گے۔

اس کتاب کا مطالعہ ہر شخص کے لئے بالخصوص قرآن پاک سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم وقلم حضرات کے لئے فائدہ سے خالی نہیں۔ (ماہنامہ الرشاد، اکتوبر نومبر ۲۰۰۴ء)

---

[۱۱۴]

ہدایت وضلالت کے قرآنی اصول

جناب مولانا نورالحق رحمانی

صفحات ۵۶ قیمت ۱۲/روپے سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء

ملنے کا پتہ اسلامک دعوۃ اکیڈمی اکزبیشن روڈ، پٹنہ، بہار

قرآن پاک ایسا دستور حیات ہے جس سے کامل رہنمائی حاصل کرنا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ اس میں ہدایت وضلالت کے اصولوں کو بھی واضح کر دیا گیا ہے، ہدایت کے لئے ایمان، اتباع قرآن، تقویٰ، اقامت صلاۃ، انفاق، مجاہدہ، انابت الی اللہ، دعوت الی اللہ، اعتصام باللہ، اتباع رسول جیسے اعمال وصفات ضروری ہیں اور تکبر، اتباع ہویٰ، ظلم، کذب، اضاعت صلاۃ، فسق، عہد شکنی اور وعدہ خلافی، والدین کی نافرمانی، قطع رحمی، فساد فی الارض، ضلالت وگمراہی کی نشاندہی بھی ہے۔ اس کتابچہ میں انھیں کی مختصراً وضاحت مؤثر انداز میں کی گئی ہے۔

---

[۱۱۵]

مشرقی کتب خانے

مولانا عبدالسلام ندویؒ

مرتبہ جناب شمیم طارق، صفحات ۸۸، قیمت ۵۰/روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۸ء

ناشر: مولانا عبدالسلام ندوی فاؤنڈیشن ۸/ پہلا منزلہ ہندوستان بلڈنگ

۱۰/۲ ٹی پی اسٹریٹ ممبئی ۴۰۰۰۰۴

مولانا عبدالسلام ندوی نے اپنے کئی مضامین میں کتب خانوں کی بنا و تاسیس، ان کی کتابوں، نوادرات اور مخطوطات وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے۔ جو ماہنامہ الندوہ لکھنو اور ماہنامہ معارف اعظم گڑھ میں شائع ہوئے۔ زیرنظر کتاب انھیں کا مجموعہ ہے۔ اس سے مختلف خطوں اور علاقوں کے نہ صرف کتب خانوں سے واقفیت ہوتی ہے بلکہ نادر کتب و مخطوطات کے ساتھ مسلمانوں کے علوم وفنون سے شغف اور دل چسپی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

اب ان مضامین کو جناب شمیم طارق صاحب نے گراں قدر مقدمہ کے ساتھ شائع کر دیا ہے، اس کی اشاعت کا سہرا بھی مولانا عبدالسلام ندوی فاؤنڈیشن ممبئی کے سربراہ محمد ہارون اعظمی کے سر ہے۔ امید ہے آئندہ بھی وہ مولانا مرحوم کے طویل مقالات کے مجموعے اہل علم سے ایڈٹ کرا کے شایع کرتے رہیں گے۔

لغت

[۱۱۶]

سنگم سہ لسانی لغت

(اول، دوم، سوم)

مولانا حکیم عزیز الرحمٰن اعظمیؒ

صفحات ۲۲۰۰۔ قیمت ۲۰۰ روپے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۵ء

ناشر مکتبہ فردوس مکارم نگر، برولیا نیگور مارگ لکھنؤ (یوپی)

جناب مولانا حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی صاحب نامور اہل قلم اور مصنف ہیں۔ ایک درجن سے زیادہ اہم اور معرکہ آراء کتابیں ان کے قلم سے نکل چکی ہیں۔ وہ ضعف اور پیرانہ سالی کے باوجود ایسے مفید اور لائق رشک کارنامے انجام دے رہے ہیں جن کی مثال آج کے مادی دور میں مشکل ہی سے ملے گی۔ جو کام ادارے اور انجمنیں مشکل سے انجام دیتی ہیں وہ حکیم صاحب یکہ وتنہا کر گذرتے ہیں۔ اس راہ کی دشواریوں اور حکیم صاحب کے کارناموں کا صحیح اندازہ وہی لوگ کرسکتے ہیں جو برسہابرس صلہ وستائش سے بے پروا محض علم وفن کی خدمت کے لئے رات دن تحقیق وتصنیف میں مصروف رہتے ہیں، حکیم صاحب اس دور میں اہل علم وتحقیق کے لئے اسوہ اور نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی نے گو مختلف موضوعات پر دادِ تصنیف وتالیف دی ہے تاہم ان کا خاص موضوع لغت ہے۔ وہ کئی لغات مرتب کر چکے ہیں۔ اس میں انھیں بڑی مہارت حاصل ہے۔ وصی میڈیکل ڈکشنری اور ان کی بعض دوسری کاوشوں کا ذکر الرشاد کے ان صفحات میں آچکا ہے۔ زیر نظر لغت ان کا تازہ اور عظیم الشان کارنامہ ہے۔ یہ تین ضخیم مجلدات اور ۲۲۰۰ صفحات پر مشتمل انگریزی،

عربی، اردو لغت ہے۔ اسے حکیم صاحب نے عام لوگوں کے فائدے کے لئے مرتب کیا ہے۔

حکیم صاحب کو مشرقی علوم اور زبانوں عربی فارسی، اردو کے علاوہ انگریزی زبان پر بھی عبور اور کامل دستگاہ ہے، اس کی باریکیوں اور نزاکتوں کا بھی علم ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ پہلا سہ لسانی لغت ہونے کے باوجود ہر خاص و عام کے لئے یکساں مفید ہے۔ خاص طور سے ترجمہ نگاری کا کام کرنے والوں کے لئے ایک گراں مایہ علمی تحفہ ہے۔

اس عظیم الشان کارنامے کے لئے حکیم صاحب اہل علم کی طرف سے لائق ستائش و قابل مبارکباد ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحت و عافیت کے ساتھ ان کے سایہ کو تادیر قائم رکھے۔

لغت کی کمپوزنگ اور طباعت بھی عمدہ ہے۔ قیمت بھی مناسب ہے۔ امید ہے اہل علم اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے۔ (ماہنامہ الرشاد مارچ اپریل ۲۰۰۵ء)

---

[۱۱۷]

وصی میڈیکل ڈکشنری

(انگلش، اردو)

مولانا حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی

صفحات ۱۵۳۲۔ قیمت درج نہیں۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۱ء

ملنے کا پتہ: مکتبہ فردوس مکارم نگر (برولیا) ٹیگور مارگ لکھنؤ، یوپی

صلہ و ستائش اور شہرت و ناموری سے بے پرواہو کر علم و فن کی خدمت کرنے والے اب خال خال ہی ملتے ہیں، جناب مولانا حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی صاحب بھی ایسی ہی شخصیت کے مالک ہیں۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف، مؤلف اور مترجم ہیں۔ انھیں طب سے خصوصی شغف و لگاؤ ہے۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ بھی اسی فن شریف کی خدمت میں گزرا ہے۔ اس موضوع پر ان کی تصنیفی

خدمات بھی ہیں، جن کی افادیت کا اعتراف بھی کیا گیا ہے۔

حکیم صاحب کا ایک محبوب مشغلہ لغت سازی ہے وہ کئی لغات مرتب کر چکے ہیں۔ زیر نظر لغت اسی سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔ ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل یہ لغت اکتالیس ہزار الفاظ و اصطلاحات طب کا مجموعہ ہے۔ اس قدر طبی الفاظ و اصطلاحات انگریزی کی جمع وتدوین اور پھر ان کے اردو متبادل کی تلاش و تعیین بڑا دشوار امر ہے اور سچ یہ ہے کہ یہ تنہا ایک شخص کا کام نہیں، اس کے لئے اہل علم کی ایک جماعت ضروری ہے مگر حیرت ہوتی ہے حکیم صاحب کی محنت اور لگن پر کہ انھوں نے تنہا یہ کارنامہ خرابی صحت اور پیرانہ سالی کے باوجود انجام دیا، انھیں بجا طور پر ایک انجمن کہنے کو دل چاہتا ہے۔

انگریزی الفاظ واصطلاحات کا اصطلاحی ترجمہ آسان اردو زبان میں مشکل ہے۔ حضرات اطباء کے لئے ان کا سمجھنا مشکل نہیں مگر عام اردو داں طبقہ کو گو یہ نامانوس معلوم ہوں گے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہیں تھا، مجموعی طور پر یہ لغت ایک قابل رشک علمی کارنامہ ہے، خصوصاً طالبان علم طب کے لئے بے حد مفید اور لائق استفادہ ہے۔

مساجد

[۱۱۸]

تاریخ الحرمین الشریفین

مولانا عبدالسلام ندوی

صفحات ۲۲۶، سنہ اشاعت ۱۳۴۲ھ

ناشر: صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی پنڈی بہاءالدین، پنجاب

۱۳۲۷ھ میں عباس حلمی پاشا خدیو مصر نے فریضہ حج ادا کیا۔ اس سفر حج کے مشاہدات اور تاثرات کو اس کے دوست محمد لبیب البتنونی نے الرحلۃ الحجازیہ کے نام سے اس خوبی سے مرتب کیا کہ وہ نہ صرف سفر نامہ حج رہا بلکہ حرمین شریفین کی مفصل مبسوط اور جامع تاریخ بھی بن گیا۔ زیرنظر کتاب دراصل اسی سفر نامے کے ترجمہ وتلخیص اور مفید اضافوں کا مجموعہ ہے۔ مولانا عبدالسلام ندوی کے تراجم پر اصل کا گمان ہوتا ہے مگر اس کتاب میں مولانا نے جو اضافے کئے ہیں اور بعض طویل مباحث کی جو تلخیص کی ہے، اس سے یہ کتاب حقیقتاً ترجمہ کی جگہ اصل معلوم ہوتی ہے۔ کتاب کی ابتداء مولانا سید سلیمان ندوی کے مقدمہ سے ہوئی ہے، جس میں انہوں نے تاریخ الحرمین الشریفین کو ارض حرم کی جامع تاریخ بتایا ہے اور خود قرآن وحدیث کی روشنی میں ارض حرم کی مذہبی اور تاریخی اہمیت پر روشنی مختصراً ڈالی ہے۔

فاضل مترجم نے ابتداءً مکہ معظّمہ کے حالات کے تحت ارض حرم کی حکومت، مقامات، راستے، لوگوں کے اخلاق وعادات، رسم ورواج، لباس، زیارت گاہیں، ڈاکخانوں، قہوہ خانوں، قلعوں، کتاب خانوں، تجارت، سکوں، بازاروں اور شفاخانوں کی تفصیل دی ہے، نیز مکہ مکرمہ کی تاریخ حکومت، اشراف کا قیام، نجد میں آل سعود کی حکومت کا آغاز، غلاف کعبہ، حج طواف، حجر

اسود، جامہ احرام، منیٰ میں رجم اور قربانی وغیرہ کی مفصل تاریخ قلم بند کی گئی ہے۔ منیٰ کے آثار کا بالتفصیل ذکر ہے۔ پھر عمالیق کی لغوی تحقیق، چاہ زمزم اور حجر اسود کی تاریخی حیثیت اور لفظ مکہ کے اشتقاق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ میں خدیو مصر کی حاضری کے احوال کے ساتھ مدینہ کے مختلف ناموں، وجہ تسمیہ، قدیم باشندوں اور یہود و نصاریٰ کا تذکرہ ہے۔ ہجرت کے پس منظر کے ساتھ مدینہ اور اس کی مساجد کی تاریخ، تعمیر نو کی تاریخ، مدینہ کے مکانات، سڑکیں، تجارت، حمام، خانقاہیں، کنویں، نہر، باغ، وادیاں، زیارت گاہیں اور کتاب خانوں کا مفصل تذکرہ ہے۔ آخر میں مدینہ کی سیاسی حیثیت پھر آب و ہوا۔ وہاں کے باشندوں کے عام اخلاق و عادات، خصائص و امتیازات اور قرآن مجید اور مدینہ کے عنوان سے معلومات پیش کئے گئے ہیں۔ جس میں شہر مدینہ کے خصائص کا بھی ذکر ہے۔

اس طرح یہ کتاب حرمین کی مفصل تاریخ ہوگئی ہے اور اس میں اس وقت کے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے بعض سیاسی، تہذیبی اور تمدنی حالات بھی آ گئے ہیں۔ اس کی افادیت کا ذکر کرتے ہوئے خود مولانا عبدالسلام ندوی نے لکھا ہے کہ:

> ’’مدینہ کے حالات میں بطور خود بہت سی معلومات کا اضافہ کر دیا ہے اور اس طرح مذہبی، سیاسی، تمدنی اور علمی حیثیت سے حرمین کی ایک نہایت مستند تاریخ مرتب ہوگئی ہے جو ایک طرف تو مسلمانوں کے دلوں میں حج اور مناسک حج کے فوائد، اسرار اور خصائص و حکم کا ایک غیر فانی یقین پیدا کر دے گی، دوسری طرف ایام حج میں مسلمانوں کی رہنمائی کا کام بھی دے گی اور اس کے ذریعہ سے وہ لوگ وہاں کے امراض اور بہت سے خطرات و توہمات سے محفوظ رہیں گے۔‘‘

جب مولانا نے یہ کتاب لکھی تھی اس وقت اردو میں حرمین شریفین کی تاریخ پر کوئی مستند اور مستقل تصنیف نہ تھی۔ مولانا نے اس کے ذریعہ اردو زبان کی ایک بڑی کمی کو پورا کیا تھا۔

---

[۱۱۹]

دلی کی تاریخی مساجد

(حصہ اول)

جناب مولانا مفتی عطاء الرحمٰن قاسمی ایم اے

سنہ اشاعت (۱۹۹۵ء) صفحات: ۳۵۲ قیمت ۲۰۰ر روپے

ملنے کا پتہ: مولانا آزاد اکیڈمی ۳۴ر ابوالفضل انکلیو اوکھلا، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

جناب مولانا مفتی عطاء الرحمٰن قاسمی صاحب دہلی کے قدیم اور مشہور مدرسہ امینیہ کے لائق استاذ ہیں۔ درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ ان کے متعدد علمی ادبی اور تحقیق مضامین شائع ہوکر قبولیت عام حاصل کر چکے ہیں۔ الواح الصنادید اور نقوش خاطر جیسی معیاری کتابیں لکھ کر اہل علم سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ زیرنظر کتاب ان کی گذشتہ کتابوں سے زیادہ اہم پر از معلومات اور معرکۃ الآراء کتاب ہے۔

اس میں انھوں نے دلی کی ۵۹ قدیم تاریخی مساجد کی تاریخ اس طرح لکھی ہے کہ عہد بہ عہد ان کی پوری تاریخ سامنے آگئی ہے۔ مثلاً مسجد کس نے تعمیر کرائی، اس کے مختصر حالات، سنہ تعمیر، مسجد کا طول وعرض، دروازے، زینے، گنبد، دالان، حجرے، در، مینار، صحن، کتبے، محراب، مکبر، حوض، چھت، چہار دیواری، برجیاں، کنگورے، جائے وقوع، موقوفہ آراضی اور اس کا رقبہ غرض پوری تفصیلی کیفیت لکھ دی ہے، نیز مساجد کی دلکشی، دلاویزی، حسن، خوبصورتی، مضبوطی اور کہنہ سالی وغیرہ کا بھی مفصل ذکر کیا ہے اور ان مساجد کے ماضی وحال دونوں کو عمدگی سے بیان کیا ہے۔

ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کا تعمیری ذوق بہت بلند تھا۔ قطب مینار لال قلعہ جامع مسجد اور دوسری متعدد مشہور تاریخی عمارتیں ان کے اعلیٰ ذوق کا شاہکار تصور کی جاتی ہیں، اور تاج

محل اپنے حسن و جمال اور بے مثال صناعی کے سبب دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتا ہے۔ ان حکمرانوں کا نہ صرف ذوق تعمیر بلند تھا بلکہ انھوں نے تعمیرات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ان کی تعمیر کردہ بے شمار عمارتیں آج بھی ملک میں جگہ جگہ موجود ہیں، ان میں قلعے، محلات، مساجد، مقابر، خانقاہیں، حوض، باولیاں اور سرائیں وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں، لیکن مساجد کی تعمیر سے ان حکمرانوں کو خاص شغف اور دلچسپی رہی۔ ان کے علاوہ ان کی بیگمات، شہزادوں، شہزادیوں، امراء ووزراء اور مصاحبین کو بھی تعمیر مساجد کا شوق رہا اور صوفیا ومشائخ کا پوچھنا ہی کیا! افسوس انقلاب زمانہ نے ان کی بہت سی یادگاروں کو خاک میں ملادیا تاہم گردش روزگار کے باوجود سیکڑوں قدیم تاریخی مساجد آج بھی ملک کے مختلف حصوں میں موجود ہیں، جو فن تعمیر میں اپنی مثال آپ ہیں بڑی خوشی کی بات ہے کہ جناب مفتی عطاء الرحمٰن صاحب نے ان مساجد کی تاریخ لکھنے کا منصوبہ بنایا ہے، زیر نظر کتاب اس کا پہلا حصہ ہے، جس میں انھوں نے صرف دہلی کی تاریخی مساجد کو موضوع تحقیق بنایا ہے اور حیرت انگیز اور عبرت آموز حقائق کو پیش کیا ہے مثلاً ایک رپورٹ کے مطابق صرف دہلی میں دو ہزار مساجد ہیں جن میں ۵۳ر مسجدیں محکمہ آثار قدیمہ کی تحویل میں ہیں، پانچ سو دلی وقف بورڈ کے زیر انتظام ہیں۔ ۹۲ مساجد پر ناجائز اور غاصبانہ قبضہ ہے۔

ان کے علاوہ بھی دلی میں بے شمار مساجد تھیں۔ جن کا اب وجود بھی باقی نہیں۔ مفتی عطاء الرحمٰن صاحب نے لکھا ہے ''دلی میں تاریخی مساجد کی کثرت ہے۔ راقم الحروف کے زیر مطالعہ دلی گزٹ ۱۹۷۰ء ہے۔ اس مختصر گزٹ میں مسجدوں کے خسروں اور میونسپل نمبروں کا بھی ذکر ہے۔ اگر ان مسجدوں پر کچھ لکھا جائے تو کئی ضخیم کتابیں مرتب ہوسکتی ہیں مگر ان میں سے زیادہ تر مسجدیں نئی نئی کالونیوں میں جذب ہوگئی ہیں، مہرولی حوض خاص، گرین پارک، شیخ سرائے اور کھیل گاؤں مسجد، موٹھ گاؤں اور وسنت بہار میں زیادہ تر مسجدیں شہید کی گئی ہیں، ان میں سے کچھ مسجدوں کے کاغذات دلی وقف بورڈ میں بھی موجود ہیں، آج کل ان علاقوں کی بچی کھچی مسجدیں بھی بے حرمتی کی وجہ سے شہادت کے دہانے پر ہیں۔ افسوس! صد افسوس ان میں سے بہت کم مسجدیں آباد ہیں

اور بیشتر مسجد یں حفاظت ونگہداشت کے نام پر بند ہیں جن میں ابابیل اور چڑیوں کے آشیانے بنے ہوئے ہیں۔(ص۳۲)

فاضل مصنف نے جن تاریخی مساجد کا ذکر کیا ہے، ان کی موجودہ صورت حال یہ ہے کہ کسی میں پنج وقتہ نماز ہوتی ہے اور کسی میں جمعہ وعیدین کی۔ کچھ مسجدیں مکان ودوکان ہیں، کچھ مسجدوں میں محکمہ آثارقدیمہ نے تحفظ کے نام پر تالے ڈال رکھے ہیں اور اس میں چڑیوں کے علاوہ گائے بھینس اور سور لوٹتی ہیں، لیکن اس خانہ خدا میں نماز پر پابندی ہے۔

سنہ ۱۹۴۷ء کی قیامت صغریٰ میں بعض مساجد اور ان کے اماموں کو شہید کردیا گیا اور بعض کو آزاد اور سیکولر بھارت میں مندروں میں تبدیل کردیا گیا ہے۔ بعض پر ناجائز قبضہ ہے، مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ہندوتان میں مسلمان باشاہوں کی مندرشکنی کا افسانہ بڑھا چڑھا کر فرقہ پرست تنظمیں اور متعصب وتنگ نظر مورخین بیان کرتے ہیں لیکن ہندوستان میں جتنی مسجدیں شہید کی گئیں ان کا ذکر کوئی نہیں کرتا، خود دہلی میں اتنی مسجدیں شہید کی گئی ہیں کہ اگر ان مسجدوں کا تاریخی جائزہ پیش کیا جائے تو انصاف پسند دنیا حیران رہ جائے گی اور صرف یہ مسجدیں شہید ہی نہیں کی گئی ہیں بلکہ ان کی مقدس اور پاکیزہ جگہوں پر بت خانے بھی تعمیر کردئے گئے ہیں اور یہ سب کچھ سنہ ۴۷ء کی قیامت صغریٰ کے بعد آزاد ہندوستان میں ہوا ہے۔ راقم الحروف کی محدود معلومات کے مطابق دہلی میں پندرہ ایسی مسجدیں ہیں جن میں مندر بن گئے ہیں جن میں سے بعض مسجدیں شہید کردی گئی ہیں اور ان کی جگہ پر مندر بن گئے ہیں اور بعض مسجدیں شہید تو نہیں کی گئی ہیں لیکن ان میں مورتیاں رکھ دی گئی ہیں۔(ص۴۵) مصنف نے اس طرح کی دو مساجد کا ذکر کیا ہے اور پھر اپنے آنسو ان الفاظ میں بہائے ہیں۔

افسوس کل تک جو مسجد تھی آزادی وطن کی صبح ہوتے ہی مندر میں تبدیل ہوگئی اور جو غلام ہندوستان میں نہ ہوسکا تھا، وہ آزاد ہندوستان میں ہوا، آج بھی اس مسجد میں مورتی موجود ہے اور

اس میں پوجا پاٹ ہورہی ہے۔(ص۴۶)

اس پامالی تقدس کے ذمہ دار صرف برادران وطن ہی نہیں بلکہ خود مسلمان بھی ہیں اور بعض مساجد پر قبضہ کر رکھا ہے اور خانہ خدا کی بے حرمتی کر رہے ہیں۔لائق مصنف نے ان واقعات کا بڑے ہی دردانگیز لفظوں میں ذکر کیا ہے۔

بعض مساجد پر پولس قابض ہے،مثلاً شاہی مسجد بدر پور کے حجروں کو پولس نے اصطبل بنا رکھا ہے۔(ص۱۶۰)

محکمہ آثار قدیمہ کے زیر انتظام مساجد پر کئے گئے ناجائز قبضوں کا مفصل ذکر اور خود اس محکمہ کی ظلم زیادتی کا ذکر بھی تفصیل سے کیا ہے۔اس محکمہ کے زیر انتظام ۵۳؍مسجدیں ہیں،جن میں سے بیشتر کی حالت نازک اور انتہائی خراب ہے۔یہ محکمہ غاصبین کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کرتا لیکن مسلمانوں کو نماز پڑھنے پر پابندی لگا رکھی ہے۔غاصبین مسجد ان کا جس طرح چاہتے ہیں استعمال کرتے ہیں۔مسجد بھول بھلیاں جو اکبر کی یادگار ہے،چندر پرکاش،دیوی داس،گوند رام اور مہدی دتا کے قبضے میں ہے۔مسجد قاضی والی پہاڑ گنج جیسی خوبصورت مسجد پر ایک مسلمان قابض ہے اور کامران لاج کے نام سے ایک بڑا ہوٹل چلا رہا ہے۔مسجد نواب شرف الدولہ ہری رام شری رام صراف کی ایر کنڈیشن دوکان ہے مگران کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی جاتی لیکن نماز پر پابندی ہے۔بقول مصنف ”آزاد ہندوستان میں قدیم مساجد میں مسلمان کے لئے نماز پڑھنے پر پابندی ہے اور بابری مسجد کو منہدم کرنے والی فسطائی طاقتوں پر کوئی پابندی نہیں ہے۔(ص۱۶۹)

کھڑکی گاؤں کے لوگ احاطہ مقبرہ میں پاخانہ کرنے کے ساتھ مسجد شیخ یوسف قتال میں بھی پاخانہ کرنے جاتے ہیں،آج کل یہ مسجد بالکل پاخانہ گھر بنی ہوئی ہے۔اس مسجد میں ایک انچ ایسی جگہ نہیں ہے جہاں پاخانہ نہ پڑا ہو۔پاخانے کی بدبو اور تعفن کی وجہ سے ایک لمحہ بھی مسجد میں ٹھہرنا مشکل ہوجاتا ہے۔(ص۱۵۸)

ان واقعات کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد مصنف نے لکھا ہے کہ محکمہ آثار قدیمہ کے

افسران کو ان واقعات پر غور کرنا چاہئے اور قابضین کے خلاف سخت کاروائی کرنی چاہئے، ورنہ آثار قدیمہ کے محافظ ہونے کے دعوے سے دست بردار ہو جانا چاہئے۔ (ص ۲۴)

ان واقعات پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے وہ یہ بھی لکھتے ہیں۔

''تعجب ہے ہندوستان میں کوئی مندر، کوئی گرودوارہ، کوئی گرجا گھر محکمہ آثار قدیمہ کی وجہ سے بند نہیں ہے۔ بدقسمتی سے صرف مسلمانوں کی مسجدیں ہی بند رہتی ہیں، حالانکہ بہت سے مندر گردوارے اور گرجا گھر راجاؤں مہاراجاؤں کے دور کے ہیں۔ (۲۳)

بارہ سال پہلے جناب سید شہاب الدین صاحب نے پارلیمنٹ میں سوال کیا تھا کہ اس وقت دہلی میں کتنی مساجد ہیں جن پر ناجائز و غاصبانہ قبضہ ہے، اس کے جواب میں متعلقہ وزارت کی طرف سے ایک فہرست پیش کی گئی تھی جس کے مطابق دارالحکومت دہلی میں ۲۲؍ مساجد پر ناجائز قبضہ تھا۔ آج بارہ سال سے بقول مصنف ''ان مساجد پر ناجائز قبضہ علی حالہ باقی ہے۔ حکومت کی طرف سے ان ناجائز قبضہ کرنے والوں کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی گئی۔ (ص ۲۹)

لائق مصنف نے محکمہ کسٹوڈین کی زیادتیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ محکمہ دراصل ۱۹۴۷ء میں ہندوپاک معاہدے کے تحت وجود میں آیا تھا، اس کا مقصد پاکستان منتقل ہونے والوں کی جائدادوں کی نگرانی اور دیکھ بھال تھا مگر اس محکمہ نے مسلمانوں کے ساتھ بڑی زیادتیاں کیں۔ اس نے ہندستانی مسلمانوں کی بھی جائدادوں پر قبضہ کرنا شروع کیا، اس محکمہ نے نہ صرف قبضہ کیا بلکہ دوسروں کے ہاتھوں فروخت بھی کرنا شروع کر دیا۔ اس خرید و فروخت میں بے شمار جائدادوں جس میں سیکڑوں مساجد و مقابر شامل تھے فروخت کر دیا۔ یہ مطلق العنان محکمہ عام مسلمانوں کی جائدادوں پر تو نوٹس جاری ہی کرتا تھا ڈاکٹر مختار انصاری، بیرسٹر آصف علی اور مولانا احمد سعید کی جائیدادوں پر بھی نوٹس جاری کر دیا تھا کہ یہ سب پاکستانی ہیں۔ (ص ۳۴)

کتاب کے مصنف نے محکمہ ڈی ڈی اے (.D.D.A) کی زیادتیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس محکمہ نے بہت سی اوقاف کی زمینوں اور مساجد و مقابر پر ناجائز دعویٰ کر رکھا ہے اور زیادتیاں کر رہا

ہے۔ دہلی میں اوقاف کی زمینوں اور مساجد مقابر کی موقوفہ آراضی پر قبضوں کا عام چلن ہے۔ (ص۱۷۲)وقف بورڈ کے چیرمین سراج پراچہ کے بیان کے مطابق دہلی میں ۶۸۸ ر وقف جائیدادوں پر ناجائز قبضہ ہے۔ (ص۳۲) بقول مصنف یہ فیصلے ۱۹۴۷ء کے بعد دہلی میں جگموہن کی گورنری کے زمانے میں شروع ہوئے تھے، ان کی ہدایت تھی جو بھی پرانا قبرستان یا خالی وقف زمین نظر آئے، اس پر ڈی ڈی اے کا بورڈ لگا دیا جائے۔ (ص۳۵)

چنانچہ اس کے بعد بے تحاشہ وقف جائیدادوں پر قبضہ کیا گیا۔ مصنف نے ان جائیدادوں کی ایک فہرست پیش کی ہے جس میں رام لیلا گراونڈ، ترکمان گیٹ، سندری ماتا گردوارہ، سندری ماتا کالج، بال بھون، مولانا آزاد میڈیکل کالج، ارن اسپتال، ولبھ بھائی پنتھ اسپتال، ماڈرن اسکول، بھگت مارکیٹ، شمشان بھومی، سرکاری پیٹرول پمپ، لودھی ہوٹل اور چرچ، شکتی نگر، پرگتی میدان کلب، پرتھوی روڈ پر کوٹھی نمبر۲، نہرو اسٹیڈیم، تہاڑ جیل، سور یہ گھاٹ اور واٹر ٹنکی وغیرہ شامل ہیں۔ (ص۱۴) غرض فاضل مصنف نے محکمہ آثار قدیمہ، محکمہ کسٹوڈین، محکمہ ڈی ڈی اے حکومت اور برادران وطن سبھی کی ان زیادتیوں کا ذکر تفصیل سے کیا ہے، جو انھوں نے مساجد اور وقف جائیدادوں کے ساتھ کیا ہے۔

آخر میں مصنف نے دو فہرستیں پیش کی ہیں۔ پہلے میں پارلیمنٹ کے ریکارڈ کے مطابق دہلی کی ۹۲ مساجد کے نام اور پتے ہیں، جس پر آزادی کے بعد ناجائز قبضہ ہو گیا ہے اور دوسرے میں پورے ملک کی ان مساجد کا ذکر ہے جو محکمہ آثار قدیمہ کے زیر انتظام ہیں۔ صوبہ وار تقسیم کر کے شہروں کے نام کے ساتھ ان مساجد کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ وضاحت بھی ہے کہ یہ مسجدیں آباد ہیں یا غیر آباد۔ کتاب کے شروع میں ڈاکٹر خلیق انجم صاحب اور مولانا سید محمد ولی رحمانی کے تاثرات نقل کئے گئے ہیں۔ مصنف کا مقدمہ ان کی وسیع النظری معلومات اور تلاش وتفحص کی عمدہ صلاحیت کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔

ان کا اسلوب نگارش شستہ دشگفتہ، متین اور عام فہم ہے۔ زبان وبیان عمدہ ہونے کے

باوجود کہیں کہیں غلطیاں در آئی ہیں لیکن یہ معمولی خامیاں مصنف کی محنت ولگن، تگ ودد، معلومات اور تلاش وتفحص کی قوت، جذبہ نیک اور اخلاص سے دب گئی ہیں۔ اس معیاری اور عمدہ کتاب کی تصنیف کے لئے مصنف لائق صدستائش ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر شخص کو ضرور کرنا چاہئے۔ خدا کرے اسے قبولیت عام نصیب ہو۔

---

[۱۲۰]

مساجد اللہ

جناب مولانا عبدالعلیم اصلاحی

صفحات ۶۴، قیمت اور سنہ اشاعت درج نہیں ناشر مکتبہ الاقصیٰ، سعیدہ آباد، حیدرآباد

بابری مسجد کی شہادت کے پس منظر میں لکھی گئی اس کتاب میں مساجد کی اہمیت اور اس کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالی گئی ہے، نیز مساجد کے احترام اور اس کے حقوق وغیرہ کی تفصیلات بھی ہیں۔ اس سلسلہ میں مسلمانوں کی بعض کوتاہیوں اور کمزوریوں کا ذکر بھی ہے، لائق مؤلف کی نظر میں بابری مسجد کے سلسلہ میں فریق مخالف سے گفت وشنید وغیرہ بے مقصد ہے۔ مسلمانوں کی غیرت وحمیت کو تازہ کرنے کے لئے اس سلسلہ میں قرآن واحادیث کی ہدایات کا ذکر بھی ہے۔ چند فتاویٰ بھی نقل کئے گئے ہیں۔

مصنف کا جذبہ نیک اور مخلصانہ ہے۔ بابری مسجد کے مقدمہ کا حق بجانب ہونا ظاہر ہے لیکن موجودہ سیاسی حالات اور باطل پرستوں کی بالادستی بھی ایک حقیقت ہے جس کے رد کے لئے عقل، مصلحت اور دوراندیشی کی سخت ضرورت ہے، محض جذبات کافی نہیں، اس لئے اس قسم کے معاملات میں لب ولہجہ پر دھیان دینے کی ضرورت ہے۔

---

[۱۲۱]

آل احمد سرور کے تبصرے

ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاریؒ

صفحات ۲۷۱، قیمت ۱۳۰/روپئے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۳ء

ناشر: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ۔۸۰۰۰۰۴ (بہار)

پروفیسر آل احمد سرور اعلیٰ پائے کے نقاد تھے۔ ان کو تنقید خاص طور سے عملی اور تاثراتی تنقید کے میدان میں بڑی بصیرت اور مہارت حاصل تھی۔ ان کی تنقیدی کاوشوں کا اساطین ادب وتنقید نے اعتراف کیا ہے۔ سرور صاحب اس لحاظ سے بڑے خوش قسمت رہے کہ ان کی زندگی ہی میں ان کے کارناموں کا علی العموم اعتراف کیا گیا اور ان کی شخصیت اور خدمات پر متعدد کتب ومضامین شائع ہوئے تاہم اب بھی ایک ایسے مفصل جائزے کی ضرورت باقی ہے جس میں ان کی شخصیت کے تمام پہلوؤں اور ان کی علمی ادبی اور تنقیدی کوششوں اور کاوشوں کی تفصیل ہو اور اس میں دکھایا جائے کہ سرور صاحب کس پایہ کے ادیب وانشاء پرداز اور محقق ونقاد تھے اور انھوں نے اردو زبان وادب کی کس قدر خدمت انجام دی۔

سرور صاحب کی شخصیت کا ایک اہم پہلو ان کی تبصرہ نگاری ہے۔ وہ ایک بلند پایہ تبصرہ نگار تھے۔ انھوں نے مختلف موضوعات کی سیکڑوں کتابوں پر بے لاگ تبصرے کئے اور ایک ایک خوبی ونقص کو واضح کیا۔ اس سے ان کی وسعت مطالعہ ومعلومات کے ساتھ ان کی ذہانت، گہرے ادبی وتنقیدی شعور اور ادبی رویوں پر بھرپور نظر اور دست رس کا اندازہ ہوتا ہے۔ زیر نظر کتاب ان کے ایسے ہی ساٹھ تبصروں کا مجموعہ ہے جنھیں مختلف ادبی رسائل وجرائد مثلاً اردو ادب، ہماری

زبان، ساقی، آج کل وغیرہ اور بعض کتابوں سے یکجا کیا گیا ہے اور اس سلیقے اور ہنرمندی کے ساتھ کتابی صورت دی گئی ہے کہ اس سے گزشتہ صدی کی تمام اہم ادبی کاوشوں کا مرقع سامنے آجاتا ہے۔ اس سے جہاں گزشتہ صدی کی ادبی سمت ورفتار کا پتہ چلتا ہے، وہیں فکری رویوں، تبدیلیوں، انحرافات اور تاریخ ادب اردو کے نشیب وفراز کے مراحل کی سرگزشت بھی سامنے آجاتی ہے۔ سرور صاحب کا مترنم اسلوب خاص طور سے دامن دل کھینچتا ہے۔ امید ہے سرور شناسی میں یہ کتاب اہم رول ادا کرے گی۔

سرور صاحب کی وفات کے بعد ان پر متعدد مضامین اور رسائل کے خصوصی شمارے شائع ہوئے اور انھیں زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا، لیکن صحیح معنوں میں خراج تحسین یہ ہے کہ ان کی تحریروں کو زیادہ سے زیادہ شائع کیا جائے، زیر نظر کتاب اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔ جناب ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری صاحب قابل ستائش ہیں کہ انھوں نے سرور صاحب کے تبصروں کو نہ صرف شائع کیا بلکہ اردو میں تبصرہ نگاری کی روایت، آغاز وارتقاء، اس کی مختلف قسمیں اور اس کی اہمیت وافادیت، چند اہم مبصرین اور ان کے طرز تبصرہ نگاری کے جائزے پر مشتمل ایک گراں قدر مقدمہ بھی سپرد قلم کیا ہے اور پہلی بار تبصرہ نگاری کی اہمیت وافادیت واضح کی۔ اردو میں چند بڑے مبصر پیدا ہوئے اور انھوں نے تبصرہ نگاری کا کچھ نہ کچھ حق بھی ادا کیا مگر اب بھی یہ صنف ادب دوسرے اصناف کے مقابلے میں کم تر ہے حالانکہ کسی تخلیق وتصنیف کے حسن وقبح اور بلندی وپستی کے واضح کرنے کا یہی عمدہ ذریعہ ہے بلکہ اس لحاظ سے اور اہم ہے کہ اس کے ڈانڈے تحقیق اور تنقید سے جا ملتے ہیں فاضل مرتب نے اس کی طرف صراحت سے توجہ دلائی ہے اور حق تو یہ ہے کہ حق ادا کر دیا ہے۔

البتہ یہاں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ تبصرہ نگاری سے اہل علم کی بے توجہی کا شکوہ کیا جائے کیونکہ معاصر رسائل وجرائد میں چند ایک کو چھوڑ کر تبصرہ نگاری کا فریضہ نو آموز اہل قلم انجام دیتے ہیں اور ایک ہی شخص جملہ علوم وفنون کی تمام کتابوں پر تبصرہ کر دیتا ہے، چاہے وہ اس

موضوع سے سرے سے ناواقف ہو، تبصرہ نگاری کے فن کو زوال سے دوچار کرنے میں خود مصنّفین کا ہاتھ بھی کم نہیں، کتاب چھپنے سے پہلے ہی ارباب قلم سے تعریفی وتوصیفی مقدمے لکھوانا وہ ضروری خیال کرتے ہیں تاکہ پہلے ہی ایک رائے قائم کرلی جائے اور ارباب قلم کی یہ روش کہ وہ ہر کس وناکس کی کتاب کو ایک بڑا کارنامہ قرار دے دیتے ہیں۔ اسے تبصرہ نگاری کے میدان کا المیہ ہی کہا جائے گا، اگر اس کی طرف توجہ نہ دی گئی تو ایک روز تبصرے کے نام پر اردو کے دامن میں صرف خزف ریزے ہی ہوں گے۔

جناب ڈاکٹر محمد ضیاء الدین انصاری صاحب نے گو اشارۃً اس کی طرف توجہ دلائی ہے تاہم ضرورت تھی کہ اسے واضح طور پر لکھا جاتا، مصلحت کوشی درست نہیں۔ بہرحال اس عمدہ بلند پایہ کتاب اور مقدمہ کا مطالعہ ہر شخص کو بالخصوص مبصرین کو ضرور کرنا چاہئے۔

---

[۱۲۲]

الفاروق-ایک مطالعہ

مرتبین: پروفیسر محمد یاسین مظہر صدیقی / ڈاکٹر عبیداللہ فہد

صفحات ۴۴۰، قیمت ایک سو پچاس روپئے، سن اشاعت ۲۰۰۲ء

ناشر: پبلی کیشن ڈویژن، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

علامہ شبلی کی شہرۂ آفاق اور معرکۃ الآراء تصنیف الفاروق سے کون ہوگا جو واقف نہ ہو۔ ایک صدی سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود اس کی اہمیت وافادیت میں کسی طرح کی کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اب تک دنیا کی دس ممتاز زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر ادارہ علوم اسلامیہ کے سابق ڈائرکٹر اور نامور عالم ومؤرخ

پروفیسر محمد یاسین مظہر صدیقی نے الفاروق کے مطالعہ وجائزہ اور استفادے کے لئے شعبہ اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں دوروزہ سمینار کا انعقاد کیا جس میں ماہرین اسلامیات نے الفاروق کے مختلف گوشوں کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش کیا، راقم نے بھی اس سمینار میں شرکت کی تھی اور الفاروق کے تراجم پر مقالہ پیش کیا تھا۔ زیر نظر کتاب دراصل اسی سمینار میں پڑھے مقالات کا مجموعہ ہے۔ جس سے الفاروق کی اہمیت وافادیت، عظمت اور بلند پایگی کے علاوہ علامہ شبلی کے مطالعہ ومشاہدہ، وسعت علم ونظر اور ادب انشاء کی لالہ کاری کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس کی تصنیف کے لئے علامہ شبلی نے ممالک اسلامیہ کا سفر کیا اور نادر وکمیاب کتابوں سے استفادہ کیا جو اس دور میں کسی اور مصنف کے نصیب میں نہ آیا۔ الفاروق کا مقدمہ تاریخ نویسی کے ایک فلسفہ سے عبارت ہے جو اردو میں شبلی کی اولیات میں شمار کیا جاتا ہے، فاضل مرتب نے اس کی روشنی میں علامہ شبلی کے نظریہ تاریخ کی وضاحت کی ہے۔

الفاروق صرف فاروق اعظمؓ کی محض سوانح عمری ہی نہیں بلکہ اس دور بابرکت کی تاریخ بھی ہے۔ اس جائزے سے فاروق اعظمؓ کی سوانح کے ساتھ اس دور کی تاریخ اور اسلامی ریاست کا تصور بھی سامنے آجاتا ہے۔ اہل علم کے لئے مجلّہ علوم اسلامیہ کی یہ خصوصی پیش کس ایک گراں قدر تحفہ ہے۔ (ماہنامہ الرشاد، دسمبر فروری ۲۰۰۵ء)

---

[۱۲۳]

حجۃ اللہ البالغہ: ایک تجزیاتی مطالعہ

پروفیسر محمد یاسین مظہر صدیقی

صفحات ۳۲۳۔ قیمت/۱۵۰ روپئے، سنہ اشاعت ۲۰۰۲ء، ناشر: شاہ ولی اللہ دہلوی
ریسرچ سیل، ادارہ علوم اسلامیہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۲۰۰۲ء

حجۃ اللہ البالغہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی معرکہ آراء تصنیف ہے۔ اس کی اہمیت اورافادیت کے پیش نظر اس کے تفصیلی مطالعے وجائزے کے لئے شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل، ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فاضل ڈائرکٹر پروفیسر محمد یاسین مظہر صدیقی نے ایک سمینار کا انعقاد کیا۔ زیرنظر کتاب اسی سمینار میں پیش کئے گئے، مقالات ومضامین کا مجموعہ ہے جو مجلّہ علوم اسلامیہ کی خصوصی اشاعت کے طور پر شائع ہوا ہے۔

اس میں حجۃ اللہ البالغہ کے سنہ تالیف، اس کے موضوعات ومباحث، خصوصیات و امتیازات اوراس کے مصادر وغیرہ پر مفصل بحث وتحقیق پیش کی گئی ہے اوراس کی روشنی میں شاہ صاحب کے افکار وخیالات کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ جس سے حجۃ اللہ البالغہ کی اہمیت وافادیت کے ساتھ شاہ صاحب کے مقام ومرتبہ اوران کے کارناموں کی تفصیل بھی سامنے آجاتی ہے۔ آخر میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پر لکھی گئی کتابیں اور مضامین کا ایک اشاریہ اورسمینار کی رپورٹ ہے۔ مجموعی طور پر یہ ایک عمدہ اور معیاری وتحقیقی مطالعہ وجائزہ ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ کے سلسلے میں اس کا مطالعہ یقیناً مفید ہوگا۔ اس کے لئے فاضل مرتب اور نامور عالم ومحقق پروفیسر محمد یاسین مظہر صدیقی اوران کے معاونین قابل ستائش ومبارکباد ہیں۔

---

[۱۲۴]

علی میاں صاحبؒ کے خطوط

عبدالکریم پاریکھ صاحب کے نام

صفحات ۴۲۶، قیمت ۱۵۰/۰۰ روپے، سنہ اشاعت ۱۹۹۹ء

ناشر فرید بک ڈپو پرائیویٹ لمیٹڈ ۴۲۲ مٹیا محل اردو مارکیٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بڑی جامع، ہمہ گیر اور مجموعہ کمالات تھی۔ ان کی وفات حسرت آیات سے امت مسلمہ میں جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کا مدتوں میں پر ہونا مشکل ہے۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اب ان کے افکار وخیالات، تحریکات اور ان کے مشن کو جاری رکھنا ہی صحیح خراج عقیدت ہے۔ مولانا کی علمی و تصنیفی یادگاریں آئندہ بھی امت مسلمہ خاص طور سے ہندوستانی مسلمانوں کے لئے اپنے صحیح سمت سفر کے تعیین میں مدد ومعاون ہوں گی، ان معرکۃ الآراء کتابوں اور گراں مایہ مضامین کے علاوہ ان کے بے شمار خطبات وخطابات ہیں، ٹیپ ریکارڈوں کی مدد سے ان میں سے بیشتر کو کاغذ پر منتقل بھی کیا جا چکا ہے۔ مولانا کی اس وراثت کے علاوہ ملک وبیرون ملک کے علماء وفضلاء دانشور اور دوسرے اہل علم، متعلقین اور مستفیدین کے پاس ان کے مکاتیب بھی موجود ہوں گے جن کی علمی، ادبی، تعلیمی اور تبلیغی اہمیت ظاہر ہے۔

حضرت مولانا کے ان خطوط سے ان کی زندگی کے بعض اور پہلو ایسے بھی سامنے آ سکتے ہیں جن سے استفادہ خاص اور نہایت قریبی مسترشدین کے لئے تو آسان رہا لیکن عامۃ الناس

کے لئے زیادہ سہل الحصول نہ تھے، اس لئے ضرورت ہے کہ ان کے تمام مکاتیب کو جمع کر کے انھیں جدید انداز میں مرتب کر کے شائع کیا جائے۔

مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب لائق ستائش ہیں کہ انھوں نے حضرت مولانا کی زندگی ہی میں اس کام کی اہمیت کے پیش نظر اپنے نام کے مکاتیب کا یہ مجموعہ مرتب کر کے شائع کر دیا۔

چند خطوط دوسروں کے نام بھی اس مجموعہ میں شامل ہیں مگر ان کا تعلق بھی مولانا پاریکھ صاحب ہی سے ہے، وہ حضرت مولانا مرحوم کے خاص متعلقین ومستفیدین میں سے ہیں۔ ان کو مختلف دینی، تعلیمی اور سیاسی موقعوں پر مولانا کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ خاص طور سے تحریک پیام انسانیت میں انھوں نے بڑا حصہ لیا۔ اس طرح قومی معاملات میں مشوروں اور گزارشوں کے علاوہ ذاتی اور خانگی مسائل کے متعلق بھی خط وکتابت رہی۔

صاف شستہ اور شگفتہ تحریر کے حامل یہ خطوط بعض حیثیتوں سے بڑے اہم ہیں۔ خاص طور سے تحریک پیام انسانیت کے ضمن میں مولانا کی داعیانہ ومصلحانہ سرگرمیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی علمی وتعلیمی خدمات، مسلم پرسنل لاء بورڈ اور متعلقہ مسائل کا ذکر، اسفار اوران کے ذریعہ دعوت دین، مسلمانان ہند اور مسلمانان عالم کی خیرخواہی کے لئے سعی وکوشش، غیر مسلموں میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی کوشش، اور بعض ذاتی اور خانگی اور عملی زندگی کے مختلف واقعات کی خود ان کے قلم سے مرقع آرائی ہے جن سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمہ وقت اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے کوشاں رہتے تھے، امید ہے یہ خطوط شوق وذوق اور لطف ولذت کے ساتھ پڑھے جائیں گے۔

یہ خطوط اس ذات گرامی کے قلم سے ہیں جس کا حرف حرف پیام انسانیت ہے، البتہ مکتوب الیہ کی ذات کے متعلق مولانا مرحوم کے آراء وخیالات کو ہر خط کی سرخی بنانا محل نظر ہے، نفس پرستی کے جذبہ کے اظہار کا ادنیٰ شائبہ بھی اہل علم کا شیوہ نہیں رہا ہے، یہ خامی بہرحال کھٹکتی ہے۔ کتابت وطباعت بہت عمدہ اور قیمت مناسب ہے۔

[۱۲۵]

مکاتیب سجادؒ

مرتبہ: ضمان اللہ ندیم

صفحات ۱۰۷۔ قیمت درج نہیں کتابت وطباعت معیاری۔ سنہ اشاعت مارچ ۱۹۹۹ء

ملنے کا پتہ: امارت شرعیہ بہار واڑیسہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

یہ حضرت ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کے ان چند خطوط کا مجموعہ ہے جو انھوں نے اپنے عہد کے بعض دینی وملی اور سیاستی مسائل کے متعلق اپنے معاصرین کے نام لکھے تھے ان خطوط سے مولانا سجاد علیہ الرحمہ کی علمی دینی اور فقہی بصیرت نیز ان کی قومی وملی حمیت وغیرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ کانگریس، مسلم لیگ اور بعض دوسری تحریکوں کے ضمن میں بھی ان خطوط سے دلچسپ اور اہم باتوں کا علم ہوتا ہے۔

ہندوستان کی تحریک آزادی اور اس وقت کے سیاسی حالات کا تجزیہ کرنے اور خود کی فکر وعمل سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے یہ خطوط یقیناً بڑے معاون ہوں گے۔

---

[۱۲۶]

مکتوبات حکیم الاسلامؒ

مرتبہ جناب مولانا شفیق احمد قاسمی

صفحات ۴۴۸ قیمت ایک سو روپئے۔ سنہ اشاعت ۲۰۰۰ء، ملنے کا پتہ: پیغام بک ڈپو

اردو بازار جلال پور، ضلع امبیڈکر نگر، یوپی

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بڑی متنوع بلکہ ہمہ جہت تھی وہ ایسے بلند پایہ عالم دین تھے جن کی نظر علوم دینیہ قرآن وحدیث، تفسیر فقہ اور کلام وعقائد پر بڑی گہری تھی دارالعلوم دیوبند کے وہ مدت العمر مہتمم رہے اور ظاہری وباطنی ہر لحاظ سے اسے عروج پر پہنچایا۔

وہ ایک جلیل القدر خطیب بھی تھے مختلف علمی ودینی اور اصلاحی موضوعات پر سیکڑوں تقریریں اور خطبات دیئے جن کے مجموعے خطبات حکیم الاسلام کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ انھیں تصنیف وتالیف سے بھی شغف تھا۔ چند کتابیں بھی ان کی یادگار ہیں، تاہم واقعہ یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے اہتمام وانصرام اور دیگر ملی وقومی مصروفیات نے انھیں اس میدان میں کما حقہ اپنے کمالات کے اظہار کا موقع نہیں دیا۔ زیر نظر کتاب ان کے ان علمی ودینی اور اصلاحی مکتوبات کا مجموعہ ہے جو استفسارات کے جواب پر مشتمل ہے۔ اس میں ملک کے مشاہیر علماء وفضلاء جیسے شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ، مولانا عبدالماجد دریابادی ؒ مولانا شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد منظور نعمانی ؒ مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا منت اللہ رحمانیؒ، مولانا ضمیر احمد اعظمیؒ اور صوفی عبدالرحمٰن صاحب وغیرہ کے نام خطوط بھی شامل ہیں۔ بعض خطوط ایسے ہیں کہ ان کی حیثیت مضمون کی ہوگئی ہے۔ ان کا انتخاب کر کے ایک

مجموعہ مضامین شائع کیا جاسکتا ہے۔

حکیم الاسلام کے یہ خطوط مختلف علمی ودینی اور فقہی مباحث پر مشتمل ہیں، مثلاً جمعہ وعیدین کا مقصد، روحانیت، مادیت، ختم نبوت، طلاق، خودکشی، عیسائی مشنریاں، قادیانیت کی حقیقت، اتحاد کی اہمیت، تسخیر قمر، اختلاف میں اعتدال کی راہ وغیرہ۔ بلند پایہ عالمانہ مضامین ونکات سے لبریز یہ مجموعہ مکاتیب پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ فاضل مرتب جناب مولانا شفیق احمد قاسمی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے بڑی محنت سے ان قیمتی اور مفید مکاتیب کو جمع کر کے اور سلیقے سے مرتب کر کے پیش کیا۔ ضروری حواشی اور مفصل وضاحتی نوٹ لکھے، استفسارات کا پس منظر اور بعض ان خطوط کو بھی درج کیا جن کے جواب میں حکیم الاسلام نے قلم اٹھایا تھا۔ ان تعلیقات سے اس مجموعہ کی افادیت میں اور اضافہ ہوگیا ہے۔ کتابت وطباعت بھی معیاری ہے۔ اس کا مطالعہ افادیت سے خالی نہیں۔

اشاریہ وکتابیات

○○○

اشخاص

(الف)

کتب ورسائل

○○○

مقامات

اشاعتی ادارے

○○○

مصنف کی دوسری کتابیں

۱۔	اسہل التجوید	1986
۲۔	تذکرۃ القراء	1996
۳۔	علم الترتیل	1996
۴۔	علامہ سید سلیمان ندوی بحیثیت مورخ	2001
۵۔	دارالمصنفین کی تاریخی خدمات	2002
۶۔	اشاریہ ماہنامہ الرشاد	2004
۷۔	عظمت کے نشاں	2005
۸۔	ساحلوں کے شہر میں	2006
۹۔	شاہ معین الدین احمد ندوی۔ حیات وخدمات	2007
۱۰۔	متعلقاتِ شبلی	2008
۱۱۔	مطالعات ومشاہدات	2010
۱۲۔	کتابیات شبلی	2011
۱۳۔	شبلی سخنوروں کی نظر میں	2012
۱۴۔	کتابیں۔ 1	2012
۱۵۔	کتابیں۔ 2	2013
۱۶۔	آثار شبلی	2013

ترجمہ

۱۷۔	رحمتِ عالم (اُردو سے ہندی)	2009
۱۸۔	ہندتو (ہندی سے اُردو)	2010

تحقیق وتدوین

۱۹۔	اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر	1999
۲۰۔	موازنہ انیس ودبیر	2004
۲۱۔	کاروانِ رفتگان	2008
۲۲۔	تاریخ اعظم گڑھ	2011
۲۳۔	مکتوبات شبلی	2012

ADABI DAIRA, AZAMGARH
email : azami408@gmail.com
Website : www.drmiazmi.webs.com
Mob.: 9838573645